ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
14
www.tanzeem.org
6تا12 رجب المرجب1438ھ/4تا10اپریل2017ء

نظریہ: قوموں کی روح

نظریہ(IDEOLOGY)ایک قوم کے لیے رُوح کی سی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ہونے سے زندگی برقرار رہتی ہے اور جس کے فقدان کی صورت میں انسانی معاشروں سے اس حرارت وحرکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کا نام زندگی ہے۔قوم کی یہ زندگی بخش نظریاتی رُوح اگر زندہ وتوانا ہو تو دوسری تمام قوتیں ہاتھ آ جاتی ہیں اور تھوڑی قوتوں سے بہت زیادہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔نظریہ سے سرشار ہونے والی قوموں کا عشق اتنا جسور اور فقر اتنا غیور ہوتا ہے کہ وہ کبھی خوار نہیں ہوتیں، لیکن نظریہ کی مرکزی قوت ختم ہو جائے یا کمزور پڑ جائے تو محض روپے پیسے، صنعت وتجارت، فوجوں اور اسلحہ، ادارات اور تنظیموں اور معاہدوں اور بلاکوں کے بل پر کسی انسانی گروہ کو نہ زندگی حاصل ہو سکتی ہے، نہ ترقی وکامیابی۔ بدن میں اگر رُوح ختم ہو رہی ہو اور شجاعت کا جوہرِ فعال کام نہ کر رہا ہو تو بھینسے جیسا عظیم جثہ گوشت کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں۔

نظریہ سے محروم معاشرے یا تو قائم ہی نہیں رہ سکتے، یا پھر وہ دوسروں میں ضم ہو جاتے ہیں اور کسی نظریاتی تمدن کے تابع مہمل بن جاتے ہیں۔اقوام کا زوال ''بے زری'' سے نہیں ہوتا، اور اُن کا عروج بھی تونگری کا مرہونِ منت نہیں ہوتا۔اسی طرح اسلحہ کی کمی کے بھی معنی لازماً یہ نہیں ہوتے کہ ایک قوم کمزور ہے، بلکہ اگر اس کے جوانوں کی خودی فولاد کی سی قوت رکھتی ہے تو وہ بہت زیادہ محتاجِ شمشیر نہیں رہتی۔ دوسری طرف اگر خودی ہی جواب دے جائے تو پھر جو کچھ رہ جاتا ہے وہ خالی زرنگار نیام ہوتے ہیں جن میں شمشیریں نہیں ہوتیں۔علامہ اقبال کہتے ہیں ع ''قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف۔''

نعیم صدیقی

اس شمارے میں

کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں؟
خلافت کے ازسرِ نو قیام کی ضرورت
مطالعۂ کلامِ اقبال
پاکستان کے نظریاتی تشخص پر حملے مقصد کیا ہے؟
تابِ گفتار کہتی ہے، بس!
قوم کی بچیاں ہوئیں برباد...... ذمہ دار کون؟
ردّ الفساد
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صبر، شکر اور عبدیت کی پیکر
تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام ختم نبوت تربیتی کورس

منکرین کا ٹھکانہ

سُورۃُ الکَھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت:106

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَاتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَرُسُلِىۡ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

آیت ۱۰۶ ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَاتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَرُسُلِىۡ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾﴾

’’ان کا بدلہ جہنم ہے بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوںؑ کا مذاق اڑایا۔‘‘

اللہ کی آیات اور رسولوں کے فرمودات کے مطابق تو اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور دُنیوی زندگی کی کچھ اہمیت نہیں‘ مگر ان طالبانِ دنیا نے سمجھ رکھا تھا کہ اصل کامیابی اسی دُنیوی زندگی کی ہی کامیابی ہے۔ چنانچہ اسی کامیابی کے حصول کے لیے انہوں نے محنت اور کوشش کی اور اسی زندگی کو سنوارنے کے لیے وہ خود کو ہلکان کرتے رہے۔ آخرت کو لائق اعتناء سمجھا اور نہ ہی اس کے لیے انہوں نے کوئی سنجیدہ تگ ودو کی۔ آخرت کا خیال کبھی آیا بھی تو یہ سوچ کر خود کو تسلی دے لی کہ ہم نے فلاں فلاں بھلائی کے کام بھی تو کیے ہیں اور پھر ہم حضور ﷺ کے امتی بھی تو ہیں۔ آپؐ ہماری شفاعت فرمائیں گے اور ہم کامیاب وکامران ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ یہ عقیدہ یہودیوں کے عقیدے سے ملتا جلتا ہے۔ وہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹوں کی مانند ہیں‘ اس کے لاڈلے اور چہیتے ہیں۔

ان آیات کے حوالے سے ایک اہم نکتہ یہ بھی توجہ طلب ہے کہ یہاں کفار سے مراد اصطلاحی کفار نہیں‘ بلکہ ایسے لوگ ہیں جو قانونی طور پر تو مسلمان ہی ہیں‘ مگر اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر سرتاپا دنیا کے طالب بنے بیٹھے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مذکورہ مفہوم میں جو شخص بھی آخرت کے مقابلے میں دنیا کا طالب ہے وہی ان آیات کا مصداق ہے‘ بظاہر چاہے وہ مسلمان ہو‘ مسلمانوں کا لیڈر ہو‘ مذہبی پیشوا ہو یا کوئی بہت بڑا عالم ہو۔ اسی مضمون کو کسی بزرگ نے ’’جو دم غافل سو دم کافر‘‘ کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخرت کی نجات کے سلسلے میں یہ بات طے کرنا انتہائی ضروری ہے کہ بنیادی طور پر انسان طالب دنیا ہے یا طالب آخرت!

آخری رکوع کی ان آیات کا سورت کی ابتدائی آیات کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور دجالی فتنے سے حفاظت کے لیے ان کی خصوصی اہمیت ہے‘ چنانچہ حدیث میں ان کو فتنہ دجال سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ابتدائی دس آیات اور ان آخری آیات کو حفظ کر لیا جائے اور کثرت سے ان کی تلاوت کی جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو جمعہ کے روز پوری سورۃ الکہف کی تلاوت کو بھی معمول بنایا جائے۔

فرمان نبویؐ

جنتی اور جہنمی عمل کیا ہے؟

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَمۡرٍو اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَا عَمَلُ الۡجَنَّةِ: قَالَ ((**اَلصِّدۡقُ وَاِذَا صَدَقَ الۡعَبۡدُ بَرَّ وَاِذَا بَرَّ آمَنَ وَاِذَا آمَنَ دَخَلَ الۡجَنَّةَ**)) قَالَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَا عَمَلُ النَّارِ؟ قَالَ: ((**اَلۡكَذِبُ اِذَا كَذَبَ الۡعَبۡدُ فَجَرَ وَاِذَا فَجَرَ كَفَرَ وَاِذَا كَفَرَ دَخَلَ يَعۡنِي النَّارَ**)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جنتی عمل کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو ایمان لاتا ہے اور جب ایمان لے آیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔‘‘ پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جہنمی عمل کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور جب کفر کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 رجب المرجب 1438ھ جلد 26
4 تا 10 اپریل 2017ء شمارہ 14
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں؟

پاکستان کی اب تک کی تاریخ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 14 اگست 1947ء کے یوم آزادی سے لے کر اکتوبر 1958ء تک کا دور جب ملک میں سویلین حکومت قائم تھی۔ پھر 1958ء کے فوجی مارشل لاء سے لے کر 5 جولائی 1977ء تک جب تحریک نفاذ مصطفیٰ کا اختتام جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء پر ہوا۔ آخری اور تیسرا دور جنرل ضیاء الحق سے شروع ہوا۔ جو اس تحریر کے رقم ہونے تک جاری ہے۔ ہماری سیاسی حس گواہی دے رہی ہے کہ شاید اس تحریر کے شائع ہونے تک چوتھا دور شروع ہو جائے یہ آنے والے کل کی بات ہے جس کے بارے میں انسان اندازہ تو لگا سکتا ہے لیکن حقیقت صرف اور صرف اللہ جانتا ہے۔ غیب کا علم صرف خالق کو ہے۔ مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اگلے لمحے کیا ہونے کو ہے۔ بہر حال ماضی کے حوالے سے ہم نے سطور بالا میں پاکستان کی تاریخ کو جو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ گیارہ سال دو ماہ تک محیط تھا۔ اس وقت کا لکھاری اور مقرر پاکستان کے ساتھ نوزائیدہ کا لفظ لکھا اور بولا کرتا تھا۔ تحریک آزادی کے دوران برصغیر کے مسلمان کا ہدف انگریز کی غلامی سے آزادی اور ہندو سے علیحدگی اور دوری تھا تب ہی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رچ بس سکتا تھا۔ انگریز چونکہ مسجد، مدرسہ اور مولوی کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر کے عام مسلمان میں نفرت تو ہرگز نہیں البتہ بے زاری اور لاتعلقی کی کیفیت پیدا کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں انگریز نے روزگار کو اپنے نظام تعلیم کے ساتھ نتھی کر دیا ہوا تھا اور اولادِ آدم چونکہ دل کی بجائے پیٹ سے سوچتی ہے اور دماغ دلائل اور تاویلات فراہم کرتا ہے اس لیے اکثریت دنیوی فوائد کی جدوجہد میں خود کو کھپا دیتی ہے لہٰذا پاکستان کے نوآزاد مسلمان عبادات اور للّٰہیت کی طرف راغب نظر نہیں آتے۔ مسجدوں میں صرف بوڑھے لوگ جاتے تھے۔ مذہبی بنیاد پر داڑھی مذہبی جماعتوں سے منسلک لوگ رکھتے تھے یا محلے کے چند ایک بوڑھے لوگ رکھ لیتے تھے جبکہ نوجوانوں، جوانوں اور ادھیڑ عمر کے لوگوں کا اس سنتِ رسول ﷺ کی طرف دھیان بہت کم تھا۔

البتہ معاشرے میں وہ بگاڑ بھی بہت زیادہ نظر نہیں آتا تھا جو دولت پیدا کرتی ہے۔ رشوت اور جعلسازی اگرچہ کچھ نہ کچھ تھی لیکن رشوت خور اور جعلساز ہرگز ہرگز معاشرے کا باعزت اور باوقار انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ طنز بلکہ تضحیک کا نشانہ بنتا تھا۔ لوگوں میں ایثار اور باہمی ہمدردی کا جذبہ واضح طور پر نظر آتا تھا۔ عہد کا پورا کرنا اور زبان کی لاج رکھنا، جھوٹ اور فریب سے بچنا اور اخلاقی اقدار کو مستحکم کرنے کا رجحان بھی پایا جاتا تھا۔ یہ پہلا دور جب آدھا ختم ہوا اور جب غلام محمد جیسے بیوروکریٹس ایوان اقتدار میں آ گئے تو سیاست دانوں کی کرپشن کی صدا سنائی دینے لگی لیکن اس دور کے سیاست دان کی کرپشن کیا تھی وہ ٹرانسپورٹ کے روٹ پرمٹ حاصل کر لیتا تھا۔ محکمہ PWD کے ذریعے عزیز و اقارب کو سرکاری ٹھیکے دینے کے چند الزامات سامنے آئے یہ لوگ تعداد میں آٹے میں نمک کے برابر تھے اور عام لوگ ان سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔

ایوب خان کے مارشل لاء سے پاکستان کی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا۔ آغاز میں تجارت میں دیانت اور اشیائے ضروریاتِ زندگی کی قیمتوں میں کمی اور ذخیرہ اندوزی کے خلاف بڑے زور و شور سے کام شروع ہوا۔ البتہ مذہب سے شعوری دوری اور بُعد کا عملی درس دیا گیا۔ یہاں تک کہ حکومتی سطح پر پاکستان کے نام کے ساتھ اسلامی کے لفظ کو حذف کرنے کی اعلیٰ ترین سطح پر کوشش کی گئی۔ حکومت کا عمومی رجحان اور موقف سیکولر تھا، یعنی حکومت کا اگرچہ مذہب سے کوئی تعلق نہیں لیکن عوام کی فلاح و بہبود اور انہیں ریلیف مہیا کرنا حکومت ایک فرض سمجھ کر نبھا رہی تھی۔ ماضی کے بڑے بڑے لوگوں کی پکڑ دھکڑ بھی کی گئی لیکن یہ سب کچھ چونکہ صریحاً بلا بنیاد اور سطحی تھا لہٰذا جلد ہی عملِ معکوس کا آغاز ہو گیا۔
پھر یہ کہ چونکہ صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف بڑی توجہ دی جا رہی تھی لہٰذا دولت کی ریل پیل ہوئی۔ نو دولتیوں کا معیارِ زندگی بہت بلند ہو گیا۔ معاشرے میں ہوسِ زر بڑھا۔ حصولِ دولت کی بے ضابطہ اور بے لگام دوڑ شروع ہو گئی۔ حکمرانی حصولِ زر کا ذریعہ بن گئی۔ دیانت اور امانت کے ساتھ ساتھ عام اخلاقیات کی دھجیاں بھی بکھیری جانے گی۔ شرف، عزت اور وقار دولت کے ساتھ نتھی ہونے گا۔ اخلاقی اقدار رو بہ زوال ہوئیں۔ سرمایہ داروں کا ایک بڑا طبقہ پیدا ہو گیا جو بالواسطہ اور بلا واسطہ اقتدار میں تھا۔ آخر معاشرے میں وہی ردِعمل پیدا ہوا جو کسی بھی ظالمانہ اور غیر منصفانہ نظام میں پیدا ہوتا ہے۔ haves اور have nots کی تقسیم نے معاشرے میں اپنوں کے خلاف شدید نفرت پیدا کر دی جس کا ذوالفقار علی بھٹو نے فائدہ اٹھایا اور روٹی، کپڑا، مکان کے نعرے سے غریب اور امیر کے مابین اس خلیج کو اور بڑھایا بلکہ زہر آلود بھی کر دیا۔ ایک دوسرے کو دھکا دے کر آگے نکلنے کی کوشش نے ملک کو شکست و ریخت سے دوچار کیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور مغربی پاکستان کو what remains of Pakistan کہا جانے لگا۔ حیرت کی بات ہے اس سانحہ نے اہلِ پاکستان کے رویہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی بلکہ سابقہ روش میں مزید تیزی اور تندی پیدا ہوئی۔ بھٹو کے خلاف تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ برپا ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھٹو چلا گیا اور ضیاء الحق آ گیا۔ ہماری رائے کے مطابق یہاں سے پاکستان کے تیسرے دور کا آغاز ہوا۔ حکمرانی کا نیا انداز سامنے آیا۔ رعونت اور تکبر رخصت ہوا۔ عاجزی، انکساری اور لجاجت نے جگہ لے لی۔ لیکن یہ ان سب کے لیے تھا جو حکمران کی کرسی کے لیے خطرہ نہ تھے۔ جبکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سیاسی کارکنوں کو فوجی حکمران ضیاء الحق نے کوڑے مارے۔ نیا حکمران اگرچہ بغیر داڑھی اور مونچھوں والا تھا لیکن مراسمِ عبودیت کا خوب چرچا ہوا۔ سرکاری دفاتر میں نماز کا حکماً اہتمام کیا جاتا۔ زکوٰۃ آرڈیننس نافذ ہوا جس کے تحت بینکوں اور مختلف سودی کارپوریشنوں میں موجود سرمائے پر جبراً وصول کی جاتی تھی۔ سیاسی قیادت نوجوان نسل کو منتقل ہو گئی۔ بے نظیر بھٹو، ذوالفقار علی بھٹو کی وارث بن کر ضیاء الحق کی مخالفت میں سیاسی میدان میں اتری تو ضیاء الحق نے اپنی طرف سے میاں نواز شریف کو میدان میں اُتار دیا۔ نواز شریف اور بے نظیر کی جنگ کو ہم کفر اور منافقت کے مابین جنگ کہہ سکتے ہیں۔ (واضح رہے کفر سے مراد کافرانہ رویہ اور منافقت سے مراد منافقانہ رویہ ہے) مشرف کے مارشل لاء تک یہ جنگ جاری رہی۔ دونوں لیڈران لڑتے بھی رہے اور اپنی اپنی باری پر بھرپور لوٹ کھسوٹ بھی کرتے رہے۔ مشرف نے اقتدار سنبھالا۔ کافر کیمپ پر انہوں نے مکمل قبضہ کر لیا۔ جب مشرف کفر کا مجاہد بن کر میدان میں نکلے تو زرداری، بے نظیر نے منافقت پر مفاہمت کر لی۔ بے نظیر کی وفات کے بعد ان کے شوہر زرداری منافقت کا سمبل بن کر سامنے آیا تو نواز شریف نے انہیں بھرپور محبت سے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ دونوں نے مل کر مشرف کو گرایا۔ مفاہمت کے نام پر اب منافقت کا بول بالا تھا۔ یہ منافقت لیڈروں سے عوام میں اتری۔ لہٰذا مساجد اعلیٰ کوالٹی کے قالینوں اور ایئر کنڈیشنوں سے مزین کر دی گئیں۔ بہت بڑی بڑی نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔ جہاں باریش جوان نماز کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ مساجد کے باہر گاڑیاں قطار اندر قطار کھڑی نظر آتی ہیں۔ رمضان میں دن کے وقت سرِعام کھانے پینے پر پابندی ضیاء دور میں لگ چکی تھی۔ زکوٰۃ بھی اب تک بینکوں میں کاٹی جاتی ہے۔ لوگ دیوانہ وار حج اور عمرے کے لیے عازمِ حرمین شریفین ہوتے ہیں۔ رمضان میں پاکستانی کمپنیاں فری دسترخوان بچھاتی ہیں۔ لیکن جھوٹ مسلمانانِ پاکستان کی زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ حرام اور حلال کی تمیز مٹتی چلی جا رہی ہے۔ کاروباری فراڈ اور دھوکہ دہی، سودی لین دین اور وعدہ خلافی عیب نہیں رہے۔ فحاشی اور بے حیائی کا نام آرٹ ہے۔ فلمی اداکار اور اداکارائیں آرٹسٹ کہلاتے ہیں۔ حرام کا مال ٹھکانے لگاتے ہی مسجد کا رخ کیا جاتا ہے۔ مدارس کی خدمت کی جاتی ہے۔ جمعۃ المبارک کو مساجد نمازیوں کو سمیٹ نہیں پاتیں۔ اِس سب کچھ کو دکھاوا کہیں یا منافقت۔ بہرحال بڑا سادہ سا سوال ہے کہ نماز برائی سے کیوں نہیں روک رہی؟ روزے، عمرے، حج، زکواۃ خیرات اپنے اثرات کیوں مرتب نہیں کر رہے؟ اہلِ پاکستان پر خوف اور بھوک کیوں مسلط ہو رہا ہے؟ متوسط طبقہ غائب ہو رہا ہے، امیر اور غریب میں فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ دنیا میں ہر پاکستانی کو نفرت سے دیکھا جاتا ہے، اس لیے کہ بھکاری ہے، دھوکہ باز ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں دہشت گردی کا واقعہ رونما ہو، پاکستان کے حکمران اور عوام دونوں کانپنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہے۔ حالانکہ پاکستان ایٹمی قوت ہے اور یہ بھی شنید ہے کہ پاکستان کی فوج دنیا کی بہترین افواج میں سے ہے۔ دل کی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ کر ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تیسرا دور بھی اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ البتہ چوتھے دور کے بارے میں بھی کوئی غلط فہمی نہ رہنی چاہیے۔ اس کا آغاز تو یقیناً تخریب اور انتشار سے ہوگا لیکن اسلام اور پاکستان کی محبت سے لبریز ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ انجام خوشگوار اور قابلِ فخر ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ وگرنہ قیامِ پاکستان کا معجزہ رونما نہ ہوتا۔ اندرونی سازشوں اور بیرونی دشمنوں کے گھیراؤ کے باوجود اس ملک کا اب تک قائم رہ جانا بھی معجزہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں انتہائی پسماندہ ہونے کے باوجود بہترین ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونا بھی معجزہ ہے۔ چہار سو پھیلی ہوئی دہشت گردی سے بچ نکلنا بھی معجزہ ہے۔ لہٰذا امید تو یہی ہے کہ چوتھے دور کا آغاز نہ سہی انجام بخیر ہوگا۔ اس لیے کہ شاید سب طرف سے ٹھوکریں کھاتا ہوا پاکستان کا مسلمان بالآخر اللہ اور رسول ﷺ کا دامن تھام لے۔ اسلام کی پناہ میں آ جائے۔ اسلام حقیقی طور پر ریاستِ پاکستان کا مذہب بن جائے۔ یہی بچ نکلنے کا واحد راستہ ہے۔ آخر میں ہم اہلِ پاکستان خصوصاً تیسرے دور کے ان کھلاڑیوں کو قرآن پاک کی اِن دو آیات کے حوالے سے متنبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الصف کی آیت 2 میں فرماتا ہے: ”اے مسلمانو! تم کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں ہو؟ بڑی شدید بے زاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔“ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر 145 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔“
اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام سے بچالے۔ آمین یا رب العالمین!

[**نوٹ:** درج بالا تحریر میں کافر اور منافق کا لفظ ہرگز فقہی معنوں میں تحریر نہیں کیا گیا بلکہ ایک رویے کو ظاہر کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے یعنی وہ لوگ مراد ہیں جو انکار کا رویہ رکھتے ہیں یا بہروپ بھرتے ہیں۔]

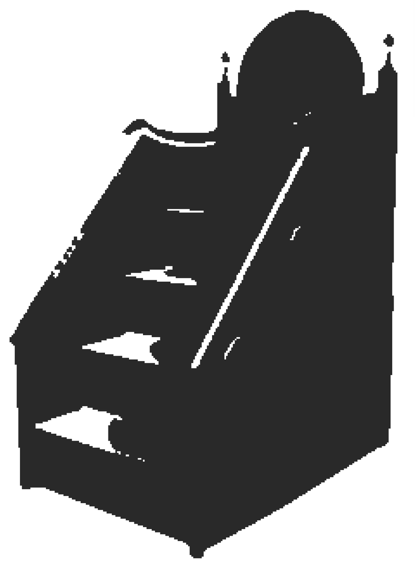

خلافت کے ازسرِ نو قیام کی ضرورت

3 مارچ کی مناسبت سے خصوصی مطالعہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 24 مارچ 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! 3 مارچ کی مناسبت سے ہم نے خلافت کے اصل مفہوم، تاریخ، اہمیت، قدر و منزلت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا اور اپنوں اور غیروں کی ان سازشوں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی جن کے نتیجے میں مسلمانوں کی قوت، برتری اور غلبے کا سنہرا دور بالآخر ختم ہوا اور وہ غیروں کے مرہونِ منت ہو کر رہ گئے۔ آج ان شاء اللہ ہم خلافت کے ازسرِ نو قیام کی ضرورت کا جائزہ لیں گے۔

کیونکہ ایسا تو بالکل نہیں ہے کہ اسلام صرف عقیدے کی تبدیلی کی بات کرتا ہے اور اس کے آگے اس کے پیشِ نظر کچھ نہیں کہ حکومت کے اُصول کیا ہونے چاہییں یا ریاستی اُمور کیا ہونے چاہییں۔ بلکہ اللہ نے نہ صرف پورا نظام دیا بلکہ وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر تم سیدھے راستے پر رہے تو دنیا میں اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ اور خلافت عطا کرے گا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”اللہ کا وعدہ ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں“ ﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠﴾ ”کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت (غلبہ) عطا کرے گا‘ جیسے اُس نے ان سے پہلے والوں کو خلافت عطا کی تھی۔“ (النور:55)

مسلمانوں سے چودہ سو سال پہلے کیا گیا یہ وعدہ کوئی خالی خولی وعدہ نہیں تھا اور نہ ہی مسلمانوں کو محض تسلی دینے کے لیے تھا بلکہ عملی طور پر یہ وعدہ پورا ہوا اور بڑی شان سے پورا ہوا۔ اگرچہ خلافت راشدہ کے بعد اوپر کی سطح پر کچھ خرابیاں آ گئی تھیں لیکن اس کے باوجود تقریباً ساڑھے سات سو سال تک مسلمان دنیا میں عروج پر رہے۔ بدقسمتی سے آج کا نوجوان سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کی حالت ہمیشہ سے ایسی ہی رہی ہے جو آج ہے اور نہ ہی ان کا کوئی مستقبل ہے۔ اُسے پتا ہی نہیں کہ مسلمانوں کا ماضی کتنا شاندار تھا۔ اسی لیے اقبال نے کہا:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

پوری نظم پڑھنے کے لائق ہے۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا!

مرتب: ابو ابراهیم

ہمارا سارا علمی ورثہ اور ذخیرہ یورپ کی لائبریریوں میں نظر آ رہا ہے اور ہمیں اس سے کوئی سروکار ہی نہیں! وہاں جا کر جب اقبال نے دیکھا تو ان کے دل پر بھی آرے چلے کہ مسلمانوں کی عظمت کا تو یہ معاملہ تھا لیکن اس وقت کیا حال ہے؟

بہرحال یہ اللہ کا وعدہ تھا جو پورا ہوا اور وہ وعدہ یہ تھا کہ اگر تم واقعی ایمان پر استقامت کے ساتھ قائم رہے تو ہم تمہیں زمین میں خلافت عطا کریں گے، تمکنت عطا کریں گے، حکومت اور اختیار دیں گے۔ جس طرح تم سے پہلے والوں کو اللہ نے خلافت عطا کی تھی۔ یہ پہلے والے کون تھے؟ خود قرآن میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ ”(ہم نے کہا:) اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے‘ لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو“ (ص:26)

حضرت داؤدؑ اللہ کے نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ لیکن یہاں ان کے لیے خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اس طرح کے بادشاہ نہیں تھے کہ ہر لحاظ سے خود مختار تھے بلکہ وہ زمین پر اللہ کے نمائندہ تھے۔ یعنی حکم صرف اللہ کا ہی چلتا تھا، قانون اور نظام اللہ کا تھا اور وہ صرف اس قانون کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ یہی دراصل خلافت کا اصل مفہوم بھی ہے۔

چنانچہ مسلمانوں سے بھی یہ اللہ کا وعدہ تھا کہ اگر وہ ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ نہ صرف زمین پر انہیں خلافت عطا کرے گا بلکہ: ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ”اور وہ ضرور ان کے اس دین کو غلبہ عطا کرے گا جو اُن کے لیے اُس نے پسند کیا ہے“

یعنی یہ دین اسی طرح مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اس کو غلبہ حاصل ہوگا۔ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم ہوگا۔ مسلمانوں کو اختیار ملے گا۔ یہ رب کا وعدہ ہے اور یہ وعدہ کب کیا گیا؟ جب غزوۂ احزاب کے موقع پر تمام اسلام دشمن قوتیں اسلام کا چراغ گل کرنے کے لیے مدینہ پر حملہ آور ہو چکی تھیں اور لگتا بھی یہی تھا کہ شاید اب یہ دین مٹ جائے گا۔ لیکن ادھر اللہ خوشخبری سُنا رہا تھا کہ یہ دین غالب ہو کر رہے گا اور تمہیں بھی زمین پر وہ اختیار ملے گا جو داؤدؑ اور سلیمانؑ کو حاصل تھا اور: ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ﴾ ”اور وہ ان کی (موجودہ) خوف کی حالت کے بعد اس کو لازماً امن سے بدل دے گا۔“

یعنی حالات بدل جائیں گے اور خوف کی جو کیفیت مسلسل طاری ہے وہ امن سے تبدیل ہو جائے گی۔ جب مکی دور میں مسلمانوں کو بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا

تھا۔حضرت خباب بن الأرتؓ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر کی سِل رکھ دی گئی۔اس قدر کربناک حالات سے گزرنے کے بعد جب وہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: اے اللہ کے رسولﷺ! اب تو انتہا ہوگئی۔اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آپﷺ اس وقت بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔یہ سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور قدرے ناراضگی کے عالم میں فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگ جلدی مچا رہے ہو، تم سے پہلی اُمتوں کے ساتھ یہ بھی ہوا ہے کہ انہیں گڑھوں میں زندہ دبا دیا گیا، انہیں زمین میں گاڑھ کر آری سے ان کے جسموں کو چیرا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کی کھالیں اور بوٹیاں کھینچ لی گئیں۔تم پر تو ابھی وہ حالات نہیں آئے۔پھر آپﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ وقت آ کر رہے گا جب اکیلی عورت صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گی اور اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔یعنی ایسا امن وامان قائم ہوگا کہ کسی کو اس اکیلی عورت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

یہ ابھی سن 5 نبوی کی بات ہے اور آپﷺ ان حالات میں یہ خوشخبری سنا رہے ہیں جبکہ چاروں طرف سے آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ مشکلات اور مصائب میں گھرے ہوئے تھے۔توحید کی دعوت دینے سے پہلے آپؐ جن لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھے اور جو آپؐ کو الصادق و الامین کا خطاب دے رہے تھے، اب وہی لوگ آپؐ کے جانی دشمن بن چکے تھے۔جہاں آپؐ کو مجنون، دیوانہ کہہ کر زبانی نشتر چلائے جا رہے تھے وہاں جسمانی تشدد کی بھی انتہا کر دی گئی تھی۔آپؐ سجدہ میں تھے کہ آپؐ پر اونٹ کی نجاست بھری اوجھڑی ڈال دی گئی، ایک مرتبہ آپؐ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر اس قدر کسا گیا کہ آپؐ کی سانس رک گئی۔سن 10 نبوی تک آپؐ پھر بھی ابوطالب کی امان میں تھے جو بنی ہاشم کے سردار تھے لیکن ابوطالب کی وفات کے بعد ابولہب بنو ہاشم کا سردار بن گیا جو پہلے ہی آپؐ کا جانی دشمن تھا اب اُس نے اعلان کر دیا کہ جب چاہو، جیسے چاہو محمد (ﷺ) کو قتل کر دو۔پھر کن حالات میں مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور مدینہ میں بھی کس قدر تعاقب ہو رہا تھا؟ ہر وقت ایک ایمرجنسی کی کیفیت تھی۔پھر باقاعدہ جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس میں ساری عرب قوتیں اکٹھی ہو کر آ گئیں۔ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی وقت بھی مسلمانوں کو مٹا دیا جائے گا۔یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد بھی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔جن میں کئی نامور صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔دو سپر پاورز کے ساتھ ٹکراؤ تھا۔آپؐ اپنے آخری غزوہ غزوہ تبوک میں خود روم سے ٹکراؤ کے لیے نکلے جبکہ آپؐ کے وصال کے وقت بھی جیش اُسامہ تیار تھا۔یعنی ہر وقت ایک ایمرجنسی اور ہر طرف سے خطرات کی فضا آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہی۔لیکن ایسی صورتحال میں بہت پہلے یہ فرمایا جا رہا تھا کہ عنقریب ایسا امن قائم ہوگا کہ تم دیکھو گے اکیلی عورت سفر کرے گی اور اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

اور واقعی ایسا عملاً ہوا ہے اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔یعنی اگر مسلمان اللہ کے دین کو قائم کریں گے تو اللہ کی طرف سے انہیں پہلا جو بہت بڑا تحفہ ملے گا وہ امن وامان ہوگا۔اس کے علاوہ ایک اور تحفہ جو انہیں ملے گا اس کی بابت سورۃ المائدہ میں یوں بیان ہوا: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور اگر انہوں نے قائم کیا ہوتا تورات کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل کیا گیا تھا ان پر ان کے رب کی طرف سے'' ﴿لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط﴾ ''تو یہ کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور

پریس ریلیز 31 مارچ 2017ء

پاکستان کا اسلامی فوجی اتحاد کا حصہ بننا ایک احسن فیصلہ ہے

پاکستان کے سابق آرمی چیف راحیل شریف کا اس اتحاد کا سربراہ بننا ہر پاکستانی اور خود ان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے

یہ اتحاد رسمی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو اور تمام اسلامی ممالک کے مفاد کی نگرانی کرے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کا اسلامی فوجی اتحاد کا حصہ بننا ایک احسن فیصلہ ہے۔یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے سابق آرمی چیف راحیل شریف کا اس اتحاد کا سربراہ بننا ہر پاکستانی اور خود ان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔لیکن یہ صرف اسی صورت میں ایک کامیاب اور سودمند اتحاد ثابت ہوسکتا ہے، اگر کسی اسلامی ملک کو اس اتحاد سے باہر نہ رکھا جائے، نہ ہی غیر مسلم قوتوں سے کوئی ڈکٹیشن لی جائے۔پھر یہ کہ یہ اتحاد رسمی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو اور تمام اسلامی ممالک کے مفاد کی نگرانی کرے۔اس اتحاد کو اقوام متحدہ میں خصوصی حیثیت دی جائے وگرنہ مسلمان اقوام متحدہ سے الگ ہو کر ایک اسلامی ادارہ قائم کرلیں جو امت مسلمہ کے مفاد میں ہر محاذ پر ڈٹ جائے۔موجودہ آرمی چیف کے اس بیان پر کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کی سرحدوں کے محافظ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے ان کا یہ بیان قابل فہم ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی سمجھنا چاہیے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔اگر اس نظریہ کا تحفظ نہ کیا گیا تو جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ بہت مشکل ہو جائے گا۔اس لیے ہمیں سب سے پہلے اسلام علی الاعلان کہنا چاہیے۔ہمیں یقین ہے بلکہ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اگر ایک حقیقی اسلامی ریاست بن جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے گزند نہیں پہنچا سکتی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

اپنے قدموں کے نیچے سے بھی۔‘‘(المائدہ:66)

یعنی اہل کتاب کو جو شریعت عطا کی گئی تھی اگر وہ اس کو قائم و نافذ کرتے تو اس کی برکات سے اتنی خوشحالی ہوتی کہ انہیں کسی چیز کی کمی نہ رہتی۔ امن اور خوشحالی یہ دو چیزیں اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مطلوب ہیں اور یہ دونوں اللہ نے وعدے کے مطابق خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو عطا کی تھیں جب انہوں نے اللہ کے دین کو صحیح معنوں میں قائم کر کے دکھایا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، جنھیں پانچویں خلیفۂ راشد شمار کیا جاتا ہے ان کے دور میں لوگ زکوٰۃ لیے پھرتے تھے مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔

اس کے برعکس آج کے ہی اخبار میں یہ رپورٹ چھپی ہے کہ پاکستان میں ان لوگوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جو خط غربت سے نیچے جا رہے ہیں یعنی جن کو بنیادی ضروریات بھی میسر نہیں ہیں، ہر اعتبار سے محروم ہیں۔ اس کے علاوہ نہ یہاں امن ہے، نہ عدل ہے بلکہ ہر طرف خوف ہی خوف ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو عذاب اس قوم پر مسلط ہو جاتے ہیں:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ ’’اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک بستی کی جو بالکل امن واطمینان کی حالت میں تھی‘ آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر طرف سے‘‘ ﴿فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۱۲﴾ (النحل) ’’تو اُس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی‘ تو اسے چکھا (پہنا) دیا اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا‘ اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں۔‘‘

یہ مثال آج خاص طور پر پاکستان کے حالات پر منطبق ہو رہی ہے۔ پاکستان وسائل کے اعتبار سے ایک غیر معمولی خطہ ہے جس میں چاروں موسم بھی ہیں، ہر طرح کے پھل ہیں، سبزیاں ہیں، ہر طرح کے معدنی ذخائر اور زرخیز زمین بھی۔ لیکن جب ہم نے اللہ کی ناشکری کی تو اس حالت کو پہنچ گئے کہ آج یہاں بھوک اور خوف کا راج ہے۔ ہمارے اس وعدے پر کہ ہم یہاں اسلام کا نظام قائم کریں گے اللہ نے یہ ملک ہمیں دیا۔ اس کا اعتراف قائداعظم نے بھی اپنے بالکل آخری ایام میں کیا جب وہ زیارت میں ٹی بی کی وجہ سے شدید علیل تھے۔ ان کے معالجوں میں ڈاکٹر ریاض علی شاہ بھی شامل تھے جنہوں نے اپنی یادداشت میں بھی اور 1988ء میں جنگ اخبار میں اپنے کالم میں بھی لکھا ہے کہ ہم نے احتیاطاً قائداعظم کو بات کرنے سے روکا ہوا تھا مگر جب ہم نے محسوس کیا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ہم نے فیصلہ کیا کہ انہیں کہنے دیا جائے کیونکہ زیادہ روکنے سے بھی صحت پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا جب ہم سب سننے کے لیے قریب ہوئے تو انہوں نے کہا ’’تم جانتے ہو! جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خداﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔‘‘

قائداعظم کے دیگر کئی خطبات اور بیانات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ مگر آج ہمارا سیکولر طبقہ ڈھٹائی کے ساتھ کہتا ہے یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں اور دلیل کے طور پر قائداعظم کو پیش کرتا ہے کہ وہ مذہبی آدمی تھے ہی نہیں۔ چنانچہ اس سے بڑی ناقدری، ناشکری اور وعدہ خلافی اور کیا ہو سکتی ہے؟ لہٰذا جب ہم نے اللہ کی اس عظیم نعمت کی ناقدری کی، اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے، اللہ کے دین پر مبنی نظام کو یکسر رد کر دیا اور انگریز کے دیے ہوئے نظام کو اتنا مقدس بنا لیا کہ اس پر کوئی آنچ نہیں آنی چاہیے۔ ضیاء الحق نے وفاقی شرعی عدالت بنا دی لیکن ساتھ ہی کہہ دیا کہ انگریز کے بنائے ہوئے نظام کو ہرگز نہیں چھونا۔ چنانچہ وفاقی شرعی عدالت تو موجود ہے لیکن نہ وہ دستور کو چیلنج کر سکتی ہے، نہ معاشی قوانین کو چیلنج کر سکتی ہے، نہ عائلی قوانین کو اور نہ انگریز کے بنائے ہوئے پولیس پرچے کے نظام جو عدل ملنے کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس کو چیلنج کر سکتی ہے، نہ ہی جوڈیشل پروسیجر لاء ز کو چیلنج کر سکتی ہے۔ دین کے ساتھ تو یہاں پر یہ مذاق ہوا ہے۔ یعنی دین سے غداری کی ہم نے انتہا کر دی۔ تو پھر کیا ہوا: اللہ نے اس بستی والوں پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا۔ مسلمان ہوں اور اللہ کے نظام کو قائم نہ کریں تو پھر ان کے لیے یہ سزا ہے اور اسی سزا سے ہم آج گزر رہے ہیں۔

کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ہمیں پتا بھی نہیں تھا کہ خوف کا عذاب کیا ہوتا ہے؟ لیکن جب معاملات بگڑے ہیں تو ہمیں پتا لگا ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہی خوف ہے۔ سیکورٹی کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا اب کہنے کو تو اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، جمہوریت نے شہریوں کو جو آزادی اور جینے کا حق دیا ہے اسے بھی سلب کر لو، آئین کو بھی اٹھا کر پھینک دو، عدل وانصاف کے سارے اصولوں کو ایک طرف رکھ کر فوجی عدالتیں بناؤ۔ کیوں کہ سیکورٹی کا مسئلہ ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہی وہ عذاب ہے جو ہم پر مسلط ہے۔ یعنی بھوک اور خوف کا عذاب۔ قرآن نے پہلے ہی بتا دیا تھا اور واقعتاً اللہ تعالیٰ نے یہ خطۂ زمین جو ہمیں دیا تھا یہ اس کا انعام تھا، قائداعظم کہتے ہیں کہ یہ رسول خداﷺ کا فیضان تھا مگر آج ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں اور انتہا یہ ہے کہ اسی ملک میں آج حضورﷺ کی ناموس کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، وہ بھی ان کے ہاتھوں جو کلمہ گو ہیں۔ گویا عذاب پر عذاب کو ہم خود دعوت دے رہے ہیں۔

بہرحال اگر ہم خلافت کے نظام کو قائم کریں تو اس کی برکات ہمیں دنیا میں بھی ملیں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اس وعدے کو اُس نے پورا کر کے بھی دکھایا ہے اور آج بھی وہ اپنے اس وعدے پر قائم ہے۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اور اقبال نے یقیناً حضورؐ کی کی ہوئی پیشین گوئیوں کی بنیاد پر کہا تھا کہ آئے گا وہ وقت جب

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

یعنی بالآخر اللہ کا دین کل روئے ارضی پر غالب اور قائم ہو کر رہے گا۔ لیکن اس سے پہلے ہمیں بہت کچھ قربانیاں دینی ہوں گی۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور اس کے بعد پھر جب اللہ کے سچے وفاداروں کی تعداد آگے بڑھنا شروع ہوگی تو پھر ان شاء اللہ اس طرف بھی پیش قدمی شروع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم دین کو پہلے اپنے وجود پر قائم کریں پھر اس ملک میں اس نظام کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسولﷺ سے وفاداری کا واحد یہی ایک تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی انداز سے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

4 عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

15	شیخِ ما از برہمن کافر تر است	زانکہ او را سومنات اندر سر است

آج کا مذہبی رہنما (علماء وصوفیاء) برہمن سے بھی بڑا (دین کا) منکر ہے اس لیے کہ برہمن کے بت سامنے اور اس کے دماغ میں (سوچ اور مغربی افکار سے مرعوبیت کے) بت ہیں

16	رختِ ہستی از عرب برچیدۂ	در خمستانِ عجم خوابیدۂ

عصرِ حاضر کے مسلمان لیڈروں نے (نبی عربی ﷺ اور) عالمِ عرب سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے اور عجمی (مغربی ویورپی) عیش گاہوں میں سو گیا

17	شل ز برفابِ عجم اعضائے اُو	سرد تر از اشکِ اُو صہبائے اُو

عجم (کی عیش ومستی) کے شل کردینے والے برفیلے پانی نے اس کے اعضا سُن کردیے ہیں اور آج اس کے (مذہبی افکار) اس کے آنسوؤں سے بھی زیادہ ٹھنڈے ہیں

18	ہمچو کافر از اجل ترسندۂ	سینہ اش فارغ ز قلبِ زندہ

(مردِ مؤمن کی شان کے برعکس) وہ آج کافر کی طرح موت سے ڈرتا ہے جیسے اُس کا سینہ زندہ دل سے محروم ہو چکا ہے

19	نعشش از پیشِ طبیباں بردہ ام	در حضورِ مصطفےٰ ﷺ آوردہ ام

امت مسلمہ (غلامی کی) موت سے دوچار ہے اس کی لاش کے علاج کے لیے طبیب کے پاس آیا ہوں اور اے رحمۃ للعالمین درِ مصطفےٰ ﷺ پر لایا ہوں

15۔ 1890ء تا 1935ء کے مسلمان رہنما بالعموم شیخ اور مولانا کہلانے کے باوجود برہمن سے بھی زیادہ بڑے منکر دین ہیں کہ برہمن کو اپنے دھرم اور ہندوؤں کے مفاد کی فکر ہے مگر شیخ کو نہیں۔ علامہ اقبال نے دوسری جگہ فرمایا ہے:

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زُناری بھی دیکھ

برہمن بت پرست ہے تو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہے اگر مسلمان اللہ کو بھول جائیں اور اے رحمتِ عالم ﷺ آپ کے دین کو بھول جائیں تو گویا برہمن کا سومنات تو خارج میں ہوتا ہے سب کو نظر آتا ہے مگر مسلمان رہنماؤں کے سروں میں بت خانہ بن گیا ہے اور دماغ میں مغرب کی بالادستی اور مرعوبیت نے اللہ پر ایمان کی جگہ لے لی ہے۔

16۔ آج کے مسلمان رہنما —— جنہیں امت مسلمہ کی زبوں حالی کے علاج کے لئے کوشاں ہونا تھا وہ مغربی تعلیم کے نتیجے میں جاہلیت جدیدہ کے دام میں گرفتار ہیں اور انہوں نے اپنا رشتہ وتعلق قرآن وحدیث اور دینی علوم سے منقطع کر لیا ہے۔ عالم عرب اور مرکز خلافت سے رشتہ توڑ لیا ہے اور آج کا مسلمان یورپ (اور امریکی) عیش گاہوں میں جا کر مطمئن ومست ہے اور مغربی (سیکولر اور لبرل) طرزِ زندگی اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ پردہ، نکاح، طلاق رشتے ناطوں جیسے معاملات میں بھی دینی احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

17۔ جذبہ، حرارت، انسانی حریت واخوت ومساوات کا حقیقی درس تو تعلیماتِ مصطفےٰ یعنی رحمۃ للعالمین ﷺ کے سایہ میں ہے جبکہ مغرب تو تاجرانہ انداز میں اپنے مفادات کے پیشِ نظر معاملات کو دیکھتا ہے۔ عجم میں عیش ومستی، سلطنت اور ابلیسیت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آج کے جدید تعلیم یافتہ مسلمان اشرافیہ کے اعضا کسی دینی جدوجہد اور نظامِ خلافت کے قیام کے لیے قربانی کی کوشش کی تاب نہیں لاسکتے اس لیے کہ وہ عجمی نظریات کے زیرِ اثر آسودگی میں شل ہو چکے ہیں۔ وہاں کے علوم وفنون میں کچھ عملی جوش سامنے آتا ہے تو یہ جوشِ عمل اور انسانیت کے دکھوں کے درد کو محسوس کرنا اور مداوا کرنا انہیں زبانی جمع خرچ سے آگے بڑھ کر عمل پر آمادہ نہیں کرتا، ان کے آنسو ان کی شراب سے زیادہ ٹھنڈے ہیں اور جوشِ عمل سے عاری۔

18۔ آج کا مسلمان ___ کافر کی طرح موت سے ڈرتا ہے حالانکہ یہ ایمان کے منافی اور بندۂ مومن کی شان کے خلاف ہے۔ یہ طرزِ عمل ان کے سینوں میں کسی زندہ دل کی بجائے مردہ دل اور بے ضمیری وحیوانی سطح پر زندگی گزارنے کی سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔ زندہ دلی سے یہاں ایمان کے بعد حرکت اور تحریک والی زندگی کی طرف اشارہ ہے اور دل زندہ نہ ہونا ___ بے عملی اور انسانیت کے عملی مسائل اور موت کے بعد کی زندگی سے لاتعلق ہونے اور انکار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

19۔ قرآن مجید کے مطابق مسلمان باعمل ہوں اور قرآن وحدیث اور دینی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار رہے ہوں دین انفرادی زندگیوں میں موجود ہو تو مسلمان ایک زندہ قوم ہیں اور مسلمان قوم کی آزادی مفقود ہو اجتماعی زندگی میں دین نہ ہو اور اس کے لیے کوئی جدوجہد اور تڑپ (برائی کو دل میں برا جاننا) بھی نہ ہو تو ایسے مسلمان ___ ایک مردہ قوم بن جاتے ہیں۔ آسمانی ہدایت میں یہی تعلیمات پہلے انبیاء ورُسل علیہم السلام کی تعلیمات میں بھی تھیں۔ قرآن مجید میں مسلمان قوم کی ایسی حالتوں کے لئے زندگی اور موت (حیات وموت) کے الفاظ آئے ہیں (البقرہ 02:243-244) ہمارے دین میں احیائے دین اور احیائے اسلام کی اصطلاح یہیں سے بنی ہے اور احیائے اسلام کے لئے کام کرنے والوں کو محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والا کا لقب کئی مسلمان مشاہیر کو اُمت نے دیا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اے رحمتِ عالم ﷺ میں اس مردہ (غلام) قوم کی نعش کے علاج کے لئے طبیبوں کے پاس لایا ہوں اور رحمۃ للعالمین یعنی درِ مصطفےٰ ﷺ پر لایا ہوں۔

وزیراعظم میاں نواز شریف کا یہ کہنا کہ ہندو اور ہم ایک قوم ہیں درحقیقت دوقومی نظریہ کی نفی ہے اور پاکستان کے وجود کے جواز کو ختم کرنا ہے: ایوب بیگ مرزا

اس وقت ہماری نظریاتی سرحدوں پر غیر تو حملے کر ہی رہے ہیں لیکن ان کی آشیرباد حاصل کرنے والے بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں، یہ کہنا کہ ہندو اور مسلم ایک ہیں مسلمانوں کے عقیدے پر ڈرون حملہ ہے: شجاع الدین شیخ

پاکستان کے نظریاتی تشخص پر حملے...... مقصد کیا ہے؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

سوال: پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے نظریاتی تشخص پر حملے کے کیا نتائج نکلیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : آپ کا اشارہ یقیناً اس بات کی طرف ہے جو وزیراعظم نواز شریف نے ہندوؤں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی ہے جو کہ اہم بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ جہاں تک غم وخوشی میں شریک ہونے کا تعلق ہے اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔لیکن جب ہمارا وزیراعظم ہندوؤں سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ ہم (ہندو اور مسلم) ایک ہیں تو درحقیقت یہ دوقومی نظریہ کی نفی ہے۔کیونکہ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ ہم ہر شعبہ میں اور ہر ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے تو وہ نظریہ اسلام کا نظریہ تھا۔یعنی مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہوگی۔اسی لیے کیا آپ نے دیکھا کہ پاکستان بننے سے پہلے کوئی ایک ہندو مسلم لیگ میں شامل ہوا؟ مسلم لیگ کے آئین میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ مسلمان کے سوا مسلم لیگ میں کوئی شامل نہیں ہوسکتا۔کیونکہ بنیادی طور پر مسلم لیگ کوئی جماعت نہیں تھی بلکہ ایک تحریک تھی اور اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ دنیا پر واضح کردیں کہ اگرچہ ہندو اکثریت میں ہیں لیکن ہمارا اپنا ایک الگ تشخص ہے۔ہم ایک الگ قوم ہیں۔ہم ایک خدا کو ماننے والے ہیں۔ہم شرک کو رد کرتے ہیں۔ہمارے دین کی بنیاد ہی شرک کے رد اور ایک اللہ کی بندگی پر ہے جبکہ ہندو آج بھی بتوں کو سامنے رکھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔لہٰذا ہمارے نقطۂ نظر سے ہندو مشرکوں میں سرفہرست ہیں۔پھر اللہ نے بھی ایک تقسیم رکھی ہے کہ اگر کوئی مشرک ہے، یا وہ اللہ کو نہیں مانتا تو اس کا تعلق حزب الشیطان سے ہے۔جو اللہ کو مانتے ہیں وہ حزب اللہ ہیں۔لہٰذا حزب اللہ اور حزب الشیطان ایک قوم کس طرح ہو سکتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ جو ہمارے حقیقی دینی، دنیوی اور روحانی لیڈر تھے اور قائداعظم جو ہمارے صرف دنیوی لیڈر تھے کیا ہم ان کے فرمودات پر چلیں یا نواز شریف صاحب جو اپنے آپ کو قائداعظم ثانی کہتے ہیں کے نظریات پر چلیں؟ نواز شریف نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم اللہ کو خدا کہتے ہیں اور وہ اسے بھگوان کہتے ہیں

مرتب: محمد رفیق چودھری

لیکن مانتے سب اسی کو ہیں، صرف درمیان میں ایک لکیر کھینچ دی گئی ہے۔قیام پاکستان کے موقع پر جتنا قتل عام ہوا، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، بچوں کو کاٹ ڈالا گیا اور ہندوستان سے لاشوں سے بھری ہوئی گاڑیاں پاکستان آئیں تو کیا یہ محض ایک لکیر کھینچنے کے لیے کیا گیا تھا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے الفاظ کہنا پاکستان بنانے والوں اور اس کے لیے قربانیاں دینے والوں کی توہین ہے اور اللہ اور رسول ﷺ سے اور اللہ کے دین سے غداری ہے۔

سوال : بہت سے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ مدینہ کے بعد پاکستان دوسری مملکت ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی؟

ایوب بیگ مرزا : بالکل یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدینہ کے بعد پاکستان کے سوا کوئی دوسرا ملک نہیں ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہو۔مصر، ایران اور سعودی عرب وغیرہ اگرچہ مسلمان ممالک ہیں لیکن یہ سب اس لیے قائم نہیں ہوئے کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ یہ سب تاریخی بنیادوں پر قائم ہوئے۔جبکہ پاکستان اس بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق گزارنا چاہتے ہیں۔

سوال: پہلے بلاول بھٹو نے مندر میں جاکر پوجاپاٹ کی اور اب نواز شریف ان سے بھی آگے بڑھ گئے، کیا یہ سب اقلیتوں کی سپورٹ حاصل کرنے کے لیے ہو رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : میں سمجھتا ہوں کہ ووٹ حاصل کرنے کے لیے ایسا نہیں کیا گیا۔اصل معاملہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں نائن الیون کے بعد اسلام کے خلاف ایک محاذ گرم ہے۔لہٰذا ہمارا ہر لیڈر عالمی طاقتوں کے سامنے خود کو لبرل اور ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کا سب سے بڑا حمایتی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ عالمی طاقتیں اس کے اقتدار کے راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کریں۔اس سے بڑا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ توہین رسالت میں کئی لوگوں کو سزائے موت سنائی گئی بشمول اس بدبخت آسیہ کے جس نے اعلانیہ اعتراف جرم بھی کیا لیکن ہماری کسی حکومت کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ سزائے موت پر عمل درآمد کرواسکے۔اس کا مطلب کیا ہے سوائے یہ ثابت کرنے کے کہ ہم لبرل ہیں۔اسی طرح ہماری آئین ساز اسمبلی نے قادیانیوں کو مرتد و غیر مسلم قرار دیا تھا۔انھیں اجازت نہیں ہے کہ اپنی عبادت گاہ پر مسجد لکھ سکیں یا کلمۂ طیبہ لکھ سکیں۔لیکن ہمارا آئینی وزیراعظم کہہ رہا ہے کہ احمدی ہمارے بھائی ہیں۔

سوال : پاکستانی ہونے کے ناطے تمام اقلیتوں کو تحفظ حاصل ہے لیکن کیا ہمارا آئین اسلام کو فوقیت نہیں دیتا؟ کیوں کہ آئین میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اس مملکت کا مذہب اسلام ہے اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی؟

ایوب بیگ مرزا : ہمارا مذہب کہتا ہے کہ جو بھی اسلامی ریاست ہوگی وہ اقلیتوں کی جان، مال اور عزت کی اسی طرح

محافظ ہوگی جس طرح وہ مسلمانوں کی ہے۔ تاریخ میں آپ نے وہ مثال سنی ہوگی کہ جب ایک علاقے سے ہماری فوجیں withdraw کرنے لگیں تو وہاں کے گورنر نے اقلیتوں کو اکٹھا کر کے ان کا جزیہ واپس کر دیا کہ جس بنیاد پر ہم نے آپ سے یہ جزیہ لیا تھا وہ یہ تھی کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن چونکہ اب ہم واپس جا رہے ہیں تو لہٰذا آپ کا جزیہ واپس کیا جا رہا ہے۔ یہ کوئی محض اخلاقی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کا باقاعدہ ایک قانون ہے۔ لیکن احمدیوں کا معاملہ تھوڑا مختلف اس لحاظ سے ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ خود کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ آئین کی دفعہ 167 کے مطابق وہ غیر مسلم ہیں لیکن وہ کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس پر ان کی کوئی پرسش نہیں ہے۔ اصل میں ایک مدت سے ہمارے لیڈران بشمول عسکری قیادت کا یہ حال ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم وہ بات کریں جس سے باہر کے ہمارے پشتیبان جن سے ہم مدد لیتے ہیں وہ خوش ہو جائیں چاہے اس سے ہمارے بنیادی نظریے کا تیا پانچہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

سوال: ہندو تہوار کے موقع پر وزیر اعظم نے نظریۂ پاکستان کے منافی جو باتیں کی ہیں اسلامی نقطۂ نظر سے ان کی حیثیت کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: یہ بہت بڑا ایشو ہے۔ اس وقت ہماری نظریاتی سرحدوں پر غیر تو حملے کر ہی رہے ہیں لیکن ان کی اشیرباد حاصل کرنے والے بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ماضی میں ہم نے دیکھا کہ بلاول بھٹو ہندوؤں کے مندر میں گئے اور وہاں بتوں کے سامنے بیٹھ کر کھلکھلاتے ہوئے انہوں نے کچھ باتیں کیں اور اب ہمارے وزیراعظم صاحب جو پہلے کہتے رہے کہ ہم ہولی کا تہوار منانا چاہتے ہیں اور اب باقاعدہ منا کر دکھایا۔ وقت کے حکمران اور جن کی جماعت کا نام بھی مسلم لیگ ہو وہ یہ کہہ رہے ہوں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ جنت میں کون جائے گا اور کون نہیں جائے گا بہرحال ایک سیاسی بیان بھی ہو سکتا ہے اور اقلیتوں کی ہمدردی اور غیروں کی نگاہوں میں پسندیدہ قرار پانے کی بھی ایک کوشش ہو سکتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ بہت گمراہ کن بات ہے۔ قرآن واضح فرماتا ہے کہ: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدۃ:72) "یقیناً جو بھی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ نے اُس پر جنت کو حرام کر دیا ہے" آج کے دور کے مشرکین بجا طور پر ہنود ہیں جو بالکل کھلے شرک میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کی تعلیم بتاتی ہے کہ جنت میں جانے کے لیے ایمان اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا لازم شرط ہے جبکہ کفر و شرک جہنم میں لے جانے والے اعمال ہیں۔ اسی طرح وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ ہم ایک ہیں، یہ بھی دین کے خلاف ایک بات ہے۔ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ﴾ "وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن۔" (التغابن:2)

رسالت مآب ﷺ کی رسالت کو قبول کر کے ان کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے والے مسلم قرار پائیں گے اور ان کا انکار کرنے والے کافر قرار پائیں گے۔ لہٰذا غیر مسلموں میں بیٹھ کر یہ کہنا کہ ہم ایک ہیں کہیں اپنے ایمان کی نفی ہی نہ ہو جائے۔ فتویٰ تو مفتی حضرات ہی دیں گے لیکن بظاہر یہ باتیں قرآن کے خلاف ہیں۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ پاکستان اس لیے نہیں بنا تھا کہ کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کو دوسروں پر dominance حاصل ہو، یہ بھی محض ایک سیاسی بیان ہے جس کا مقصد ہمدردیاں حاصل کرنا اور ووٹ بینک بڑھانا ہے۔ ورنہ اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، اس کی بنیاد اسلام ہے، اس کے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔ ایک اسلامی ریاست جس میں مسلمانوں کی حکمرانی ہو تو وہاں غیر مسلم اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کر کے رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں، ان کے حقوق ریاست کے ذمہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے لیے پیکیج کا اعلان کر دیجیے، انہیں تمام سہولیات مہیا کر دیجیے لیکن یہ کہنا کہ ہم کسی مذہب کی بالادستی کو قبول نہیں کرتے یہ خود خلافِ اسلام بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماء اور مفتیانِ کرام کو بھی اس پر ایکشن لینا چاہیے اور ہمارے وزیر اعظم کو تیسری مرتبہ وزارتِ عظمیٰ مل چکی ہے لہٰذا انہیں آخرت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ کی اور آخرت کی فکر کریں کہ اللہ کو جواب دینا ہے۔

> پاکستان کی نظریاتی محاذ پر شکست کا سب سے بڑا ذمہ دار پاکستانی میڈیا ہے جو پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکا۔

سوال: کیا تالیف قلب کے لیے بھی ایسی باتیں کی جا سکتی ہیں؟

شجاع الدین شیخ: تالیف قلب کے لیے آپ پیکیج کا اعلان کر سکتے ہیں، ان کی کفالت کی بات کر سکتے ہیں، سہولیات دینے کی بات کر سکتے ہیں لیکن تالیف قلب کا یہ مطلب نہیں کہ آپ باقی بیس کروڑ عوام کے جذبات کو ٹھیس پہنچائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام کے عقیدے پر ڈرون حملہ ہے۔ تالیف قلب قرآن اس کو کہتا ہے کہ کسی غیر مسلم کی دلجوئی کر کے، اس کا دل جیت کر اُسے اسلام کی طرف لایا جائے۔ لیکن دین کی بات پر مداہنت اختیار کرنا یا دین پر سمجھوتہ کرنا کون سی تالیف قلب ہے؟ جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾﴾ "اور نہ گڈمڈ کرو حق کے ساتھ باطل کو اور نہ چھپاؤ حق کو درانحالیکہ تم جانتے ہو۔" (البقرۃ:42)

سوال: کیا ایسی باتوں سے لبرل ایجنڈا آگے بڑھایا جا رہا ہے؟

شجاع الدین شیخ: بالکل! لبرل ازم کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہر بات کی آزادی، رب سے آزادی، توحید سے آزادی۔ یہ غیروں کا ایجنڈا ہے جو ہم پر تھوپا جا رہا ہے کہ سب کو برابر کر دو، ایک ہی صف میں سب کو لا کھڑا کر دو، چاہے کوئی رام کہے یا رحمٰن کہے (معاذ اللہ)۔ یہ بھی اسی بیرونی ایجنڈے کی توسیع کی ایک کوشش ہے جس کے ہمنوا ہمارے اپنے بھی دانستہ یا غیر دانستہ طور پر بن رہے ہیں۔

سوال: ایک مسلم ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کس حد تک ہیں؟

شجاع الدین شیخ: ہمارا دین تو اتنا پیارا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے میں کما رہا تھا لیکن اب میں کمانے کے قابل نہیں رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک بڑی تاریخی بات کہی کہ جب تک تم کما رہے تھے تو ہم تم سے (جزیہ) لے رہے تھے (جزیہ کوئی گالی نہیں ہے بلکہ ایک ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت غیر مسلموں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے بدلے ان سے لیتی ہے) اب تم کمانے کے قابل نہیں ہو تو ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم تمہیں دیں۔ لہٰذا اب تم گھر بیٹھو، بیت المال سے تمہاری کفالت ہوگی۔ لہٰذا اگر ایک غیر مسلم اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کرتے ہوئے وہاں رہتا ہے تو اس کی جان، مال، عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوگی، اسے اپنے گھر میں اور اپنی عبادت گاہوں میں اپنے مذہب کے پرچار اور اپنی اولاد کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کی اجازت ہوگی۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور ہماری تاریخ کے سنہرے ادوار میں یہ چیز ہمیں نظر آتی ہے۔ البتہ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے اقتدار کو تسلسل دینے کے لیے غیر مسلموں

کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

سوال: کسی غیر مسلم کو جبراً اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا اسلام کی رو سے کیسا ہے اور سندھ سے آنے والی ایسی خبروں میں کتنی صداقت ہے؟

شجاع الدین شیخ: اس بارے میں اللہ کا واضح فرمان ہے: ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔'' (البقرۃ:256)

میری اپنی پیدائش سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ سے ہے۔ وہاں برسوں سے ہندو موجود ہیں اور آج تک کوئی ایسا کیس رپورٹ ہوتا ہوا نہیں دیکھا۔ البتہ اگر کوئی ایسا کیس رپورٹ ہوا بھی ہے تو تمام علماء اور مفتیان کرام اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اسلام حکومت کو بھی قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتا کہ جبراً کسی کا مذہب تبدیل کیا جائے چہ جائیکہ کوئی شہری ایسا کرے اور اگر کہیں ایسا ہو رہا ہے تو اس کی بیخ کنی کے لیے قانون بھی بنایا جاسکتا ہے۔

سوال: بھارت اپنے قیام سے ہی سیکولر ملک ہونے کا دعویدار رہا مگر وہاں کسی حکمران نے مسجد میں جا کر مسلمانوں سے یکجہتی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اب مودی کی قیادت میں بھارت ایک بنیاد پرست ہندوتوا کا ملک بن چکا ہے جبکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا مگر آج سیکولر، لبرل ملک بن رہا ہے اور اس کا وزیر اعظم آج ہندوؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم ایک ہیں۔ کیا یہ ہماری نظریاتی شکست نہیں؟ جیسا کہ اندرا گاندھی نے بھی کہا تھا کہ ہم پاکستان کو نظریاتی طور پر فتح کر چکے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں شیخ صاحب کی بات میں اضافہ کروں گا۔ انہوں نے بالکل درست مذمت کی ہے۔ کاش کوئی مسلمانوں کا اجتماع ہوتا جس میں ہمارے تمام مسالک کی نمائندگی ہوتی اور وہاں یہ جملہ کہا جاتا کہ ہم ایک ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں جائے گا تو یہ بات بڑی مناسب تھی۔ بہر حال ہمارے ہاں 1947ء میں پاکستان بنا اور 1949ء میں قراردادِ مقاصد منظور ہوگئی اور وزیر اعظم لیاقت علی خان نے شہید ہونے سے پہلے کہا تھا کہ ہم اس قرارداد کو اب نافذ کر دیں گے۔ ہمارے ہاں زبانی اور قلمی لحاظ سے اسلام کا ذکر بہت زیادہ ہوا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں سیکولرازم کا زبانی کلامی چرچہ بہت ہوا کہ وہاں سب مذہب برابر ہیں۔ لیکن وہاں بابری مسجد کا سانحہ ہوا۔ اسی طرح 6 عیسائی پادریوں کو ایک گاڑی میں زندہ جلا دیا گیا جن میں غیر ملکی بھی تھے۔ لیکن امریکہ اور یورپ سے کوئی نہیں بولا۔ اسی طرح اندرا گاندھی کے دور میں سکھوں کا گردوارے میں قتل عام ہوا۔ یہ ساری دہشت گردی مذہبی بنیاد پر ہوئی۔ اس وقت بھی وہاں یہ صورتحال ہے کہ یوپی میں جس آدمی نے 405 میں سے 325 سیٹیں حاصل کی ہیں وہ بال ٹھاکرے کا ہم خیال آدمی ہے۔ یعنی کھلم کھلا ہندوازم کا پرچار ہو رہا ہے۔ وہاں یہ مہم شروع ہوئی ہے کہ مسلمان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور کہتے ہیں واپس آ ؤ۔ یعنی تم بنیادی طور پر ہندو تھے لہٰذا واپس پرانے دین کی طرف آ جاؤ۔ انڈیا کا میڈیا متفقہ طور پر ایک محاذ بنا کر پاکستان اور اسلام کے خلاف سرگرم ہے اور پھر عالمی طاقتیں عیسائی ہیں جو ہم سے زیادہ ہندو کو سپورٹ کرتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف لبرل بننے کی ساری کوششوں کے باوجود ہم پر انتہا پسندی کا الزام لگ رہا ہے۔ اس میں ہماری اپنی حکومتوں کا قصور ہے اور سب سے زیادہ قصوروار ہمارا اپنا میڈیا ہے جو ہماری نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکا۔

> قیام پاکستان کے موقع پر جتنا قتل عام ہوا، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، بچوں کو کاٹ ڈالا گیا اور ہندوستان سے لاشوں سے بھری ہوئی گاڑیاں پاکستان آئیں تو کیا یہ محض ایک لکیر کھینچنے کے لیے کیا گیا تھا؟

سوال: کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم یہاں پر اپنے آئین کو مکمل طور پر نافذ نہیں کر سکے۔ جبکہ ہمارے آئین میں تمام چیزیں موجود ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے آئین میں ریاست کا مذہب اسلام ہے، قرارداد مقاصد ہمارے آئین کا حصہ ہے، اس کے علاوہ ایسی دفعات بھی ہیں جن کے مطابق حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایک پاکستانی کو اچھا مسلمان بنائے لیکن اس کے باوجود یہ بڑا عجیب لطیفہ ہے کہ نہ تو ہم اپنے آئین پر عمل درآمد کرتے ہوئے پاکستان کو ایک اسلامی مملکت بنا سکے اور نہ ہی انڈیا اپنے آئین پر عمل درآمد کر کے ایک سیکولر ملک بن سکا۔ انڈیا کا آئین سیکولر ہے جس میں تمام مذاہب برابر ہیں لیکن وہاں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں خاص طور پر مسلمانوں سے جو سلوک ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہاں باقاعدہ جبراً مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہاں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے چینل پر پابندی لگائی گئی۔ اب خبر ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کی انڈیا میں موجود تمام جائیداد ضبط کر لی گئی ہے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں خاص طور پر حیدر آباد دکن کے مسلمانوں نے جس جرأت کا مظاہرہ کیا وہ ہمارے لیے مثال ہے۔ وہاں کے ایک مسلمان لیڈر اسد الدین اویسی نے ایک پروگرام میں بات کرتے ہوئے ہندوؤں کی ''گھر واپسی'' مہم کا جواب یہ دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر بچہ بنیادی طور پر اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کے سرپرست اسے ہندو، عیسائی اور یہودی بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا تم واپس آ ؤ، اللہ نے تمہیں مسلمان پیدا کیا۔ کاش ہمارے لیڈروں کی آنکھیں بھی کھل جائیں، ان کی آنکھیں اور کان بند ہیں نہ وہ دیکھتے ہیں نہ وہ سنتے ہیں۔ ☆☆☆

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی ریاضی، کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4587495

دعائے مغفرت

إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ تنظیم لطیف آباد کے مبتدی رفقاء رفیع الزماں اور طلحہ الزماں کی والدہ وفات پاگئیں

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے رفیق محترم عبدالناصر صافی کی والدہ وفات پاگئیں

☆ رفیق تنظیم سیالکوٹ شمالی محترم محمد ظفر اقبال کی والدہ وفات پاگئیں

☆ بہاولپور کے رفیق تنظیم غلام مصطفیٰ زکریا کے والد وفات پاگئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد رفیق جناب حاجی محمد عباس شاہد کی اہلیہ وفات پاگئیں

☆ رفیق تنظیم ملتان شہر محمد صدیق کے بھائی وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ناظم مالیات محترم علی اصغر کے چچا وفات پاگئے

☆ رفیق تنظیم سیالکوٹ جنوبی محترم شیخ علی شاہد کے سسر وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تابِ گفتار کہتی ہے، بس!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دھواں دھار پی ایس ایل فائنل نے پورے پاکستان کو بخار میں مبتلا کیے رکھا۔ سانس روکے چوکوں چھکوں کو پلک جھپکے بغیر دیکھنے اور چیئر گرلز کی ہلاشیریوں کا ڈراپ سین حد درجے مایوس کن اور شرمناک ہوا۔ کرکٹ کی دنیا میں ہمارے کھلاڑیوں کا سپاٹ فکسنگ سکینڈل غبارے سے ہوا نکالنے اور بدنامی سے شرمسار کرنے کا سبب بنا۔ اگرچہ یہ سب نیا تو نہیں۔ پہلی مرتبہ علاج کر دیا جاتا تو آج یہ نوبت نہ آتی......لیکن ہمارے مٹی پاؤ فلسفے نے کھلاڑیوں کے حوصلے بڑھا دیئے۔ پوری قوم کی آنکھوں میں جوئے کی دھول جھونکی۔ مہنگے ترین بلیک میں خریدی گئی ٹکٹوں کی خبریں۔ دھکم پیل، دھینگا مشتی کے بعد حاصل کیے ٹکٹ پر منائی جاتی خوشی کی تصویری خبریں۔ پس پردہ دھول جھونکی کھیل کی مصنوعی ہاؤ ہو! سکینڈلوں میں ایک اور اضافہ۔ ایان علی کی منی لانڈرنگ کی طویل کہانی کی روزانہ رپورٹنگ، آف شور کا پر شور سکینڈل، سوئس اکاؤنٹس نما شاک ایکس چینج بیوپاریوں کی بدعنوانیوں جیسے اندرونی بیرونی سکینڈل کیا کافی نہ تھے؟ وزارت سکینڈلز الگ سے بنا دینے کی ضرورت ہے۔ اینٹی کرپشن کو گھن لگتا ہے تو مزید اینٹی اینٹی کرپشن ادارے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اب تو پنبہ کجا کجا نہم...... جتنی ریگولیٹری اتھارٹیز ہیں اتنی ہی بے ضابطگیاں بڑھ چکی ہیں۔

کھیل جو ایک سادہ جسمانی نشوونما کے صحت مند مشاغل میں شمار ہوتا ہے اب بڑھ پھیل کر پیچیدہ بیماریوں کا شکار ہو چکا ہے۔ یوں بھی موجودہ بین الاقوامی اولمپکس، 600 سال قبل مسیح، کے یونان سے نسبت رکھتے ہیں۔ یورپ کی ردعیسائیت رر دمذہبیت کی کوکھ سے جنم لینے والی روشن خیالی، جس نے اپنا ناتا حضرت آدمؑ اور اللہ سے توڑ کر بندر کی گود میں پناہ لی۔ اس کی پوری تہذیب و ثقافت اسلام سے 1200 سال قبل قدیم یونان وروم کی ثقافت ہے۔ ہم مسلمانوں کو 1400 سال پرانے تصورات اور تہذیب سے وابستگی کے طعنے دینے والے خود اڑھائی ہزار سال پرانی یونانی دیو مالائی داستانوں کے 12 خداؤں کے اول جلول کرداروں سے وابستہ ہیں۔ سپاٹ فکسنگ کے تذکرے میں یہ حوالہ یوں آ رہا ہے کہ عالمی کھیلوں کی تاریخ، جنم بھومی، ماحول، اٹھان، تصورات (موجودہ روشن خیال تہذیب کے تناظر میں) اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں کھیلیں ڈوپ ٹسٹ کے مراحل سے گزرتی ہیں، سپاٹ فکسنگ بھی اس کی انہی بیماریوں کا حصہ ہے۔ کھیل اب پیسے، شہرت، برہنگی، اختلاط، عالمی سیاست سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اخبارات دو قسم کی عریاں عکاسی (Pornography) میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ایک فلموں، ڈراموں، فیشن کے عالمی پاکھنڈ، دوسرا کھیلوں کی دنیا...... خواتین کے کھیل از قسم ٹینس، پیراکی، ریس میں عریانی شرمناک حدوں کو چھوتی ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ غرارے ساڑھیاں پہن کر کھیلیں۔ تاہم نری دھجیاں تو نہ ہوں! اس کی وجہ کھیلوں کی دنیا کا یونانی پس منظر ہے۔ یونان میں خوبصورتی کا بلند ترین اظہار برہنہ انسانی جسم تھا۔ یہی یونانی آرٹ کا بنیادی موضوع تھا۔ 12 یونانی دیوی دیوتاؤں کے برہنہ مجسمے ان کی تہذیب کی معراج ہیں! یورپ کے بڑے شہروں کے چوراہوں پر (لامذہبیت اختیار کرنے کے بعد) یہ مجسمے ایستادہ ہیں۔ (ہمارے ہاں یکا یک پوش علاقوں، کینٹ وغیرہ میں مجسموں کا بے پناہ ظہور روشن خیالی کی وبا کے زیر اثر ہے!)

ان کے ہاں یونان میں بڑے بڑے میدانوں میں ہزاروں تماش بینوں کے بیچ جو کھیلوں کا انعقاد تھا وہی آج کی اکیسویں صدی کی دنیا کی معراج ہے! اس سکینڈل نے کرکٹ بورڈ کو مشکل میں ڈال دیا ہے اور وہ جان چھڑانے کے چکر میں ہے۔ نجم سیٹھی کے مطابق سپاٹ فکسنگ پر کھلاڑیوں کو جرمانے یا کھیل پر پابندی کی سزا دی جا سکتی ہے۔ جیل میں نہیں ڈالا جا سکتا! روشن خیالی کی ترویج میں کھلاڑیوں کی خدمات یقیناً نظر انداز نہیں کی جا سکتیں! ماڈلنگ، بل بورڈز، اختلاط، موسیقی کی رنگا رنگی انہی کے دم قدم سے ہے۔ ملک بھر میں تمام (صحت شکن) سافٹ ڈرنکس نوعیت کی ملٹی نیشنلز کی مشہوری انہی کی قد آدم تصاویر کی بدولت ہے۔ ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ (اگرچہ دامن داغدار کرنے کا سبق پڑھایا انہی بل بورڈوں پر...... داغ تو اچھے ہوتے ہیں!) سو ان وی آئی پی کھلاڑیوں کو عوام کا دھیان بٹتے ہی بلاگرز کی طرح آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل کر دیا جائے گا۔ ان کی کل متاع گیند، بلا، کریڈٹ کارڈز ہے! نہ ڈاڑھی، نہ شرعی حلیہ، نہ جہادی لٹریچر...... ان کے جرم کا جیل، مقدموں، تھانوں عدالتوں......سول یا فوجی سے کیا گزر......! 'بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' کے یہ فلسفی نئے پاکستان کے ماتھے کا جھومر ہیں! چھوٹا موٹا جوا، سٹہ قابل معافی ہے! اصلاً تو اب تعزیرات تمام تر انتہا پسندی کے نام پر اسلام پسندی سے وابستہ ہو چکیں۔ اس کے سوا ہر جرم میں سزا سے بچ نکلنے کی راہیں کشادہ ہیں۔

اسی تسلسل میں پنجاب یونیورسٹی میں حالیہ طلبہ تصادم کا افسوسناک واقعہ ہے۔ 23 مارچ کے سلسلے میں منعقدہ دو متوازی پروگرام چل رہے تھے۔ ایک طرف اسلامی جمعیت طلبہ کی جانب سے منعقدہ الگ الگ طلبہ وطالبات کی تصویری نمائش تھی۔ دوسری جانب پختون و بلوچ طلبہ کا مخلوط کلچرل پروگرام تھا۔ کلچر اور موسیقی (اب) لازم وملزوم ہو چکی۔ جمعیت کا غیر ثقافتی سنجیدہ پروگرام موسیقی سے متاثر ہوا تو اسے روکنے، آواز کم کرنے کی بات ہوئی۔ آواز کم کیا ہوتی ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ گرم خون کا غیظ وغضب بلوے میں ڈھل گیا۔ جمعیتِ طالبات کی جانب سمیعہ راحیل قاضی مہمانِ خصوصی تھیں۔ ادھر دھاوا بول دیا گیا، جس پر اشتعال پھیل گیا۔ جمعیت کے ترجمان کے مطابق پختون بلوچ طلبہ نے ساؤنڈ سسٹم توڑ کر جلا ڈالا۔ سمیعہ راحیل نے پریس کانفرنس میں طالبات کے کیمپ پر حملے کی شدید مذمت کی۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا، آنسو گیس پھینکی۔ تحقیقات کے لئے کمیٹی قائم کر دی گئی ہے۔ تاہم سیکولر میڈیا کو اسلامی جمعیت طلبہ کا بخار چڑھ گیا۔ لگے ہاتھوں کلچرل رنگینی کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی مجرمانہ کوشش پر شدید غم وغصہ کا اظہار جاری ہے۔ سیکولر میڈیا یوں تو خواتین کے حقوق کی علم برداری میں زمین آسمان ایک کر دیتا ہے۔ تاہم جمعیت کی خواتین کے خلاف غنڈہ گردی پر یکسر منہ موڑ گیا۔ مکمل سناٹا رہا۔ موم بتی کے بغیر، سول سوسائٹی کا تمغہ سجائے بغیر عورت کے حقوق نہیں ہوتے؟

آج کی دنیا میں اسلام سے نسبت رکھنے والی خواتین کے ساتھ کوئی بھی زیادتی لائقِ اعتناء نہیں ہوتی۔ وہ ڈاکٹر عافیہ والے کیمپ کا حصہ بن جاتی ہے، جس سے منہ موڑ لینا لازم ہے۔ البتہ بصورتِ دیگر طوفان اٹھ جاتے ہیں۔ ملالہ یوسف زئی بہ مقابلہ مصری مروہ شربینی ایک عالمی ٹسٹ کیس ہے۔ ملزم اگر اسلام سے نسبت رکھتا ہو تو ملالہ جیسی حد درجہ متنازع کہانی ورلڈ میڈیا میں سالوں گونجے گی۔ نوبل انعام پائے گی۔ البتہ جرمنی کی بھری عدالت میں یورپ کے بیچوں بیچ بے رحم سفاک قاتل جرمن ایلکس وینس کے ہاتھوں چھرے کے پے در پے وار سے شہید کی جانے والی شہیدۂ حجاب مروہ شربینی عالمی میڈیا کی کانی آنکھ سے اوجھل ہی رہے گی! انصاف کے ماتھے پر شکن بھی نہ اُبھرے گی۔ یہی حال قوم کی ذہین وفطین بیٹی عافیہ کا ہے۔ عافیہ کی رہائی کے لیے دہائی دیتا غیرت قافلہ شہر در شہر سفر کر رہا ہے۔ سپاٹ فکسنگ میں ملوث خیانت کار کھلاڑیوں پر مرمٹنے والے پاکستانی نوجوان مرد و زن اس غیرت قافلے کے لیے مبتلائے غیرت ہونے سے بے نیاز ہیں! ہر شہر میں وارد ہو کر قافلے کی تصویر پاکستان میں غیرت کی کمیابی اور نایابی کا نوحہ پڑھتی ہے۔ چلّو بھر غیرت کی خبر دیتی ہے (گنتی کے چند افراد)۔ یہ ہے نیا پاکستان! مشرف کے ہاتھوں امریکہ کو نظریہ پاکستان اور حیا، غیرت بیچ کر یہ زخم زخم پاکستان!

اسی دوران عدل و انصاف کا قلم دان فوجی عدالتوں کے حوالے کر دیا گیا۔ خارجہ پالیسی، اطلاعات و نشریات کے سول قلمدانوں میں بھی سیاہی نہ تھی۔ ساری سیاہی انہی کے حصے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق۔ اور بھینس بھی کالی ہوتی ہے سیاہی کی مانند! سویلین حکمران، افسران، وزراء کا تکلف صرف قوم سے تنخواہیں بٹورنے کو ہے؟ کیا یہی ہے جمہوریت کا مآل؟ افغانستان سے سرحد کی بندش پر اربوں کا نقصان خاموش تکتے رہے۔ جب متاثرین اور تاجروں کا پیمانہ احتجاج چھلکا تو وزیر اعظم نے بمشکل تمام حکم جاری کیا۔ جو بقول شیخ رشید کے فوج کی مرضی کے بغیر تھا! شیخ رشید کیا کہہ رہے ہیں؟ ملکی مفاد نہ دیکھا جاتا؟ گروہی، جماعتی کھینچا تانی سے نکل کر ملک و ملت کی فکر لازم ہے!

فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس
مگر تابِ گفتار کہتی ہے، بس!

قوم کی بچیاں ہوئیں برباد...... ذمہ دار کون؟

پروفیسر ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ

عوام اپنی بچیوں کی بربادی کی ذمہ دار حکومت کو ہی سمجھتی ہے۔ یہ بربادی ایک خاموش مگر مسلسل جاری رہنے والی حکومتی پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پالیسی ہی کی وجہ سے ہے۔ جس میں فحاشی، عریانی اور لچر بازی فلم، ڈرامے، فیشن شوز، میوزیکل پروگرامز میں مخلوط اور رومانوی مناظر کے ذریعے Sugar Coated poison کی شکل میں سوسائٹی میں Inject کی جا رہی ہے۔ نسلوں کو برباد کر دینے والا یہ زہر چونکہ میٹھا ہے اس لیے معاشرے کی بہت بڑی اکثریت اس کے نشے میں مدہوش ہے۔ لیکن یاد رکھیے! اس نشے کا لطف تب تک ہی ہے جب تک آگ دوسروں کے گھروں میں لگی ہے جب یہی آگ اپنے گھر میں لگے گی تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ روزانہ اخبارات اور ٹی وی پر خبر ہوتی ہے کہ فلاں فلاں شہر سے بچیاں آشناؤں کے جھانسے میں آ کر گھر سے بھاگ گئیں اور اپنے والدین اور عزیز رشتوں کو کبھی نہ مٹنے والا ایک داغ دے گئیں۔ کیا اسی دن کے لیے ان کے والدین نے ان کو اللہ سے مانگا تھا؟ پھر کئی ایسے واقعات میں بھائی بہن کو قتل کرتا ہے اور بعضوں میں ماں یا باپ اپنی پیاری اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ہی مار ڈالنے پر تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد پولیس اور وکلاء دونوں کی چاندی ہی چاندی ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف بچی کے والدین یا بھائی تھانے اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے کھڑے سوکھتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اس طرح کے سماجی اور معاشرتی مسائل کا واحد حل یہی ہے کہ ملک میں شرعی نظام عدل وحکومت قائم ہو جائے۔ جب تک مسلم خواتین حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ اور حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ کی روش پر پردہ وحجاب کو نہیں اپنائیں گی اور احکام شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوں گی تو ان کے بطن سے حسنؓ اور حسینؓ کی پیروی کرنے والے فرزند پیدا نہیں ہوں گے۔ اللہ نے اپنی بندیوں پر ان کی عصمت و عفت کی حفاظت کی خاطر چند معاشرتی پابندیاں لگائیں ہیں (سورۃ النور:31، سورۃ الاحزاب:59) لیکن NGOs کی آنٹیاں اور انکلز جو اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ، قرآن اور قیامت پر ایمان رکھنے کے دعویدار بھی ہیں لیکن اللہ کی لگائی ہوئی ان پابندیوں کو فرسودہ اور انسانی حقوق کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ ہم میں سے ہر شخص خوب جانتا ہے کہ نامحرم خواتین کا نامحرم جوانوں سے ملنا جلنا، دوستی گانٹھنا، سیر سپاٹے کرتے پھرنا، ہوٹلوں پر وقت گزارنا بالآخر کیا رنگ لاتا ہے؟ گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کے نتائج بالآخر کیا نکلتے ہیں؟ کتنی زندگیاں برباد ہوتی ہیں؟ کتنے گھر اُجڑتے ہیں؟ اور تب کیا انسانی حقوق پورے ہو جاتے ہیں؟ یہ سب جانتے ہوئے بھی پھر وقت کے بہتے صاف دریا کے پانی میں گندگی کی سیاہی کون گھول رہا ہے؟

کون نہیں جانتا کہ ایک منظم طریقے سے پرنٹ میڈیا اور بالخصوص ٹی وی ڈراموں، فلموں اور ٹی وی اشتہارات کے ذریعہ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو آپس میں عشق کرنے اور خفیہ ملاقاتوں کے طریقے سکھا کر باقاعدہ والدین کا گھر چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور غیر محرم آشنا کے ساتھ بھاگ کر انتہائی غلیظ اور خلاف شرع قدم اٹھانے کو لو میرج کا نام دیا جاتا ہے۔ میڈیا کی اس دانستہ اسلام دشمنی اور سماجی اور معاشرتی اقدار کی پامالیوں کی وجہ سے والدین معاشرے میں رسوا ہو رہے ہیں جو کتنی چاہ سے اپنی اولاد کو پالتے ہیں اور کتنی اُمیدیں اور توقعات اولاد سے وابستہ کیے ہوئے تھے ہیں، معاشرے کا امن وسکون برباد ہو رہا ہے، حوا کی بیٹیاں کورٹ کچہریوں میں رُل رہی ہیں اور آئے روز میڈیا کے ان جرائم کی سزا معصوم بیٹیوں کو بھگتنا پڑتی ہے جو اپنے ہی عزیز رشتہ داروں کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں۔ میڈیا کے پھیلائے اس فتنہ پر شیاطین مشرق و مغرب خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں اور ان کے ایجنٹ ملکی سیکولر و لبرل عناصر کی باچھیں کھل اُٹھتی ہیں اور ان کے ہاں عید جیسا سماں ہوتا ہے۔ انسانی تاریخ میں ہمیشہ معاشرے کے خوشحال اور طاقتور طبقہ نے فتنہ وفساد پیدا کیا ہے۔ بگاڑ کے اس سیلاب کو روکنے کے لیے ہمیشہ کمزور اور محروم طبقہ کے کچھ مردان حق نے اپنی بساط کے مطابق جدوجہد کی ہے اور اس کے نتیجے میں بااثر طبقہ کے ہاتھوں عزیمت کا نشانہ بنتے رہے ہیں اور اپنی اپنی قبروں میں پہنچتے رہے ہیں۔ ایسے ہی عزیمت زدہ مردان حق آج بھی عرشِ عظیم کے رب کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ بادشاہ کی عدالت کا فیصلہ آنا ابھی باقی ہے۔

ردّالفساد

محمد فہیم
mfaheemdir@yahoo.com

دہشت گردی اللہ کی زمین پر ایک عظیم فساد ہے اور فساد کو ختم کر کے امن قائم کرنا انسان کا بحیثیت انسان اور ''خلیفہ فی الارض'' کا بنیادی فریضہ ہے۔ پاکستان جو ایک اسلامی مملکت اور ایٹمی قوت ہے، بیرونی اور اندرونی دشمنوں کے نشانے پر ہے۔ یاد رہے دو ہی چیزیں ایسی ہیں جس نے پاکستان کے متعلق دشمن کو نہ صرف یہ کہ پریشان کیے رکھا ہے بلکہ اسے اس کے خلاف ہر قسم کی تخریبی کارروائی کرنے اور اس کے عدم استحکام کے لیے مختلف قسم کی سازشیں کرنے پر اُبھارا ہے۔ اور وہ دو عظیم نعمتیں جو پاکستان کو حاصل ہیں وہ نمبر 1 نظریۂ پاکستان یعنی نظریہ اسلام ہے اور نمبر 2 پاکستان کی ایٹمی قوت ہے۔ اب دیکھیں یہی دو عناصر ہیں جن کی وجہ سے مملکت پاکستان دشمنوں کی نظروں میں روز اول سے کھٹکتا ہے۔ چنانچہ جب سے ہم امریکہ کی جنگ میں ایک فوجی ڈکٹیٹر کی بزدلی اور غلط پالیسی کی وجہ سے شامل ہو چکے ہیں اسی دن سے پاکستان کو کمزور کرنے، اس کی معیشت کو تباہ کرنے اور اس کے انسانی اور قدرتی وسائل کو نقصان پہنچانے کے لیے دشمن نے اپنی ظاہری اور در پردہ سازشیں شروع کی رکھی ہیں، چنانچہ نہایت ظالمانہ کارروائیوں، جیسے آرمی پبلک سکول پشاور پر حملہ اور نتیجتاً 150 معصوم جانوں کی شہادت نے قوم کو مجبور کیا کہ وہ اپنی مسلح افواج کے پیچھے کھڑے ہو کر ''ضرب عضب'' کو اخلاقی اور سیاسی استحکام دے۔

الحمد اللہ اس فوجی اقدام سے دہشت گردوں کا کافی حد تک قلع قمع ہو چکا تاہم دہشتگردی پوری طرح ختم نہ ہوئی اور اس نئے سال 2017ء کی ابتدا ہی میں چند نہایت دردناک واقعات رونما ہوئے۔ اور نتیجتاً اب ''ردالفساد'' کے نام سے دہشت گردوں کے خلاف ملک گیر آپریشن جاری ہے۔ دہشت گردی کے خلاف قومی، سیاسی اور فوجی کسی بھی قسم کے اقدامات کے معاملہ میں دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا ہر طبقہ دہشت گردی کے خلاف کارروائی کو نہ صرف یہ کہ ضروری سمجھتا ہے بلکہ اسے ایک ناگزیر قومی اقدام کے طور پر تسلیم بھی کرتا ہے۔ ملک کے علماء، مفتیان کرام اور مسجد و منبر سے بھی ''ردالفساد'' کی حمایت میں پُر زور آوازیں آ رہی ہیں۔

قوم کو یہ بھی پتہ ہے اور ہمارے حکمرانوں اور پالیسی میکرز کو بھی معلوم ہے کہ وہ کونسی بیرونی قوتیں ہیں جو ہماری زمین پر ''فساد'' برپا کرنے کے لیے سازشیں کرتی آ رہی ہیں اور دہشت گردی پھیلا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں بھارت اور افغانستان کے نام پر تو ہر پاکستانی بشمول حکمران طبقہ متفق ہیں کہ بھارت کا افغانستان کی سرزمین سے دراندازی کر کے پاکستان میں دہشت گردی کرانے کا سب سے بڑا اور طاقتور کردار ہے۔ ''فساد فی الارض'' کے لیے ردّالفساد کا نام موزوں عربی الفاظ سے مرکب ہے۔ اور یہ اصطلاح یقیناً ایک ہمہ گیر پس منظر کو سامنے رکھ کر وضع کی گئی ہوگی۔ یہ کہ اس سرزمین پاک میں ''فساد'' کی اقسام اور اس کے مختلف صورتوں اور رنگ و روپ کو نہ صرف یہ کہ پہچاننے کی ضرورت ہے بلکہ یہ بات بھی ناگزیر ہے کہ جو مملکت اسلام کے نام پر لاکھوں قربانیوں اور اللہ تعالیٰ سے وعدوں کی بنیاد پر وجود پذیر ہو چکی ہو وہاں کسی قسم کے ''فساد'' کو پنپنے نہ دیا جائے اور ہر فساد کے لیے ''ردّالفساد'' کا اہتمام کیا جائے۔

آیئے ایک نظر بازگشت ڈالیں کہ اس پاک دھرتی پر کتنی اقسام کے فساد ہیں جو کھلے عام اور بسا اوقات حکمران طبقات کے ناک کے تحت وہ قوتیں کرا رہی ہیں جنہیں پاکستان، نظریۂ پاکستان، اسلام، علامہ اقبالؒ اور حضرت قائداعظمؒ سے دشمنی اور بیر ہے۔ تو کیا ضروری نہیں کہ ان تمام ''فسادوں'' کے علمبرداروں کے خلاف ''ردّ الفساد'' کا آغاز ہو۔

الحمد اللہ پاکستان کی مسلح افواج ایک پاک اور مقدس نظریہ پر یقین رکھتی ہیں اور اس نے اس پاک سرزمین کو جغرافیائی اور نظریاتی دونوں قسم کے تحفظ کے لیے ہر وقت اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ دوسری طرف سول حکومت خواہ کسی کی بھی ہو وہ بھی تو مسلمان ہونے اور اس ملک کے نظریہ پر یقین رکھنے کا اقرار کر چکی ہوتی ہیں اور اس کے نظریہ کے ساتھ وفاداری کا حلف اُٹھا چکی ہوتی ہیں اور یہاں کے عوام بھی الحمد اللہ مسلمان ہیں گو کہ ہمارے اندر بے عملی اور بد عملی سرایت کر چکی ہیں لیکن پھر بھی ہم مسلمان ہیں اور عوام الناس ملک کے بنیادی نظریہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے ایمان، اسلام اور حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ ہم ہر اس سازش، برائی، دہشت گردی، فساد، اور ظلم کے خلاف اقدام کریں جو ہمارے بنیادی نظریہ اور فکر کو زک پہنچا دیتی ہیں۔ میں اپنے قارئین اور ارباب اختیار کے سامنے چند چیزیں رکھ کر ان کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتا ہوں۔

پچھلے دنوں ایک عدالت نے سوشل میڈیا پر نبی مکرم ﷺ اور مقدس شخصیات، امہات المومنینؓ، اصحاب کرامؓ اور قرآن پاک کی توہین پر مبنی مواد کے خلاف نوٹس لیا جسٹس شوکت صدیقی کا حکم اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ اس نظریاتی ملک میں گستاخانہ حرکات دھڑلے سے ہو رہی ہیں۔ اسلام کی رو سے ایسی حرکات کھلم کھلا فساد ہی کے زمرے میں آتی ہیں۔ قرآن کے اوراق پر ایک عمیق نظر ڈالی جائے تو جو کچھ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ایک ''اصلاح'' ہے اور کفر 'فساد' ہے۔ کفر کا غلبہ فساد ہے۔ اللہ کے راستے سے روکنا فساد ہے۔ اللہ کے حکم اور اطاعت سے نکل کر اپنی آزاد مرضی سے خواہشات کا غلام بن کر سب کچھ کر گزرنا فساد ہے۔ حرام خوری اور حرام خور کو معاشرہ میں کھلے چھوڑ کر پنپنے دینا فساد ہے۔ حرام راستوں سے دولت سمیٹ لینا اور حرام کاموں پر خرچ کرنا فساد ہے، معاشرہ کو فحاشی اور عریانی کے سیلاب میں چھوڑ کر اور اسے آزادی کا نام دے کر آنکھیں بند کرنا فساد ہے۔ معروفات کو روکنا اور منکرات کی حوصلہ افزائی کر کے ان کو معاشرہ میں پھیلانا خوفناک فساد ہے۔ کرپشن فساد ہے اور حکمرانوں کا کرپشن تو ''فساد الفساد'' ہے۔

عدل و انصاف کا فقدان اور انصاف کو بھاری قیمت کی فیس دے کر وصول کرنے کا عمل فساد ہے۔ یہ استحصال جس میں ایک طبقہ جو اس عظیم آبادی کا 2 فیصد بھی

نہیں اللوں تللوں میں رہتا ہے۔اوران کے بیرونی بینکوں میں ڈھیروں دولت اور آف شور کمپنیاں ہیں جبکہ عظیم اکثریت روٹی اور سر چھپانے کی جگہ کے لیے ترس رہی ہے، فساد ہی ہے ۔یہ عریاں اور نیم برہنہ حوا زادیاں جو شانہ بشانہ کا ترانہ گاتی ہوئی بازاروں، کلبوں، ہوٹلوں، رقص گاہوں کے علاوہ ٹی وی سکرین پر ہر وقت جلوہ افروز ہوتی ہیں فساد ہی ہیں۔یہ جو پیر اور گدی نشین جو مزاروں کی کروڑوں کی آمدنیوں پر عیش عشرت کی زندگیاں گزارتے ہیں اور اس دولت کے بل بوتے پر سیاست کی راہ سے اقتدار کے مزے لے رہے ہیں فساد ہی ہیں۔ان مزاروں پر ’’دھمال‘‘ ڈالنے والے تو وہاں کی روکھی سوکھی کھاتے ہیں مکھن تو سرپرستوں کے پاس چلا آتا ہے۔

تعلیمی نصاب سے نظریۂ پاکستان، اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن اور اخلاقیات کے متعلق اسباق کو کھرچ کر ان کی بجائے بیل، بندر اور کتے کی کہانیاں ڈالنا فساد ہی ہے۔

مسلک کی بنیاد پر دوسروں پر کفر کے فتوے لگانا فساد ہی فساد ہے ۔ مذہبی تعصب، علاقائی تعصب، لسانی تعصب، جغرافیائی تعصب، صوبہ جاتی تعصب، نسلی تعصب پر مبنی رویئے بھی فساد در فساد ہی ہیں ۔ اسلامی شعائر نماز روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، داڑھی، تسبیح، حرمین شریفین، قرآنی احکام اور دینی شعائر کا مذاق اُڑانا کس زمرے میں آتے ہیں؟ کیا یہ فساد نہیں ؟ یہ بے دین اور بے خدا اور مادر پدر آزاد مغربی جمہوریت فساد ہی فساد ہے۔

جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے مغربی جمہوریت میں تو 51 فی صد کی اکثریت والی رائے سے دو عورتوں اور دو مردوں کے درمیان میاں بیوی جیسی زندگی گزارنے کا قانون بھی قانون بنایا جاتا ہے تو کیا اس سے بڑھ کر فساد کی کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ لہٰذا ہم تمام یعنی سول حکومت اور حکمران، عسکری قیادت اور ہمارے فوجی جوان جو اللہ کی فوج ہے اور اسلام کی فوج ہے اور عوام، سب مل کر فساد کی ان تمام اقسام وانواع کے خلاف ایک زبردست ’’رد الفساد‘‘ کا آغاز کریں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے استقبال کے لیے آتی ہے ۔ پھر ہم نہ امریکہ سے ڈریں گے اور نہ مودی سرکار کی مداخلت کی کوئی پرواہ ہوگی۔ نہ ہم کسی کے مقروض رہیں گے اور نہ ہی کسی سے قرض اور مدد کی خواستگاری کی بنا پر اس کے ہر فرمان پر ہاں کریں گے۔ فساد کو فساد جان کر ختم (باقی صفحہ 16 پر)

حضرت فاطمہؓ صبر، شکر اور عبدیت کی پیکر

اُمِ عامر

محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین ﷺ نے جس فقید المثال معاشرۂ انسانی کی ترتیب وتکمیل فرمائی اس کے نتیجے میں ابنائے آدم کو حسن عمل اور نور ہدایت کا ابدی سرچشمہ میسر آیا۔ عالم انسانیت کے لیے یہ آپ ﷺ کا عظیم تحفہ ہے اور اس کے عملی نمونے اصحاب رسولؓ، امہات المومنینؓ اور آل محمد ﷺ ہیں۔ان میں سے ہم آج حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی سیرت کا ذکر کریں گے ۔ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول مقبول نے اپنے بے مثال حسن عمل اور ذی وقار کردار سے یہ ثابت کر دکھایا کہ اولاد کے اخلاق و کردار، فکر بلند، عزائم ورجحانات اور صلاحیتوں کی تخلیق میں ماں کا کتنا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مسلمان عورت کے لیے حضرت فاطمہؓ کی سیرت طیبہ حقیقی قابل تقلید اُسوہ ہے ۔ انہوں نے اپنے عمل سے ایسے نورانی نقش قائم کیے جو ہر زمانہ اور ہر دور میں خواتین کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ اپنے والد کی فرمانبردار بیٹی تھیں اور حضور ﷺ کی مزاج شناس بھی تھیں۔ آپؓ حضور ﷺ کے خلق عظیم کا نمونہ تھیں، اخلاق وعادات اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سائل کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ بطور عادت آپ نے ہمیشہ دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھا اور ہر چھوٹے بڑے سے نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں۔ خاتون جنت سیدہ فاطمہؓ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں، چکی سے آٹا پیس پیس کر ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے، گھر بھر کی صفائی اور چولہا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے لیکن آپ اس مشقت سے گھبراتی نہ تھیں۔ پیغمبر خدا ﷺ جب اپنی چہیتی بیٹی کے ہاں مفلسی دیکھتے تو اکثر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ لیکن صابر وشاکر بیٹی کی قناعت پر اطمینان کا اظہار فرماتے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی نورِ عین صبر شکر کا پیکر بنی رہی۔ کیا مجال کہ مفلسی پر شاکی ہوں۔ گھر میں کئی دفعہ فقرو فاقہ کی نوبت آجاتی لیکن آپؓ خندہ پیشانی سے اس پر صبر کیا کرتیں۔ رسول خدا ﷺ نے کتنی بار مختلف مواقع پر ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت فاطمہؓ عبادت الٰہی بھی کثرت سے کیا کرتی تھی۔ حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا ہے۔ وہ دعائیں سب مسلمان عورتوں اور مردوں کے لیے مانگتی ہیں۔

ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ سے پوچھا کہ مسلمان عورت کے اوصاف کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا عورت کو چاہیے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اپنی نگاہ نیچی رکھے۔ اپنی زینت چھپائے، نہ خود غیر کو دیکھے، نہ غیر اس کو دیکھنے پائے۔ سرور کائنات ﷺ یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے۔ حضرت سیدہ بتولؓ کی شان یہ ہے وہ تسلیم ورضا کی پیکر اور ماؤں کے لیے تقلید کا مکمل اور بہترین نمونہ ہیں۔ ایک محتاج کی خاطر ان کا دل ایسا تڑپا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کر دی۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ ساری رات باغ کو سینچ کر آئے اور ان کو جو اُجرت ملی اس میں ایک صاع جو بھی نہ تھے۔ جو کچھ ملا تھا حضرت فاطمہؓ کے سپرد کر دیا، اسے پیس کر کھانے بیٹھے تھے کہ سائل نے آواز دی کہ بھوکے کا پیٹ بھر دو۔ سیدہ تڑپ اٹھیں کہ قیامت کے دن اللہ حساب طلب کرے گا کہ بھوکا دروازے پر آیا اور تم نے خالی لوٹا دیا۔ وہ روٹیاں اس کے حوالے کر دیں۔ پھر جو پیس کر روٹی پکائی، ابھی لقمہ بھی منہ میں نہ گیا تھا کہ پھر آواز آئی: کوئی ہے جو یتیم کو کھانا دے۔ اس بار بھی کھانا یتیم کے حوالے کر دیا۔ پھر جو پیس کر کھانے بیٹھیں۔ تو ایک مشرک قیدی نے دروازے پر اپنی بھوک کی کیفیت بیان کی۔ اب آخری غلہ اس قیدی کی بھوک مٹانے کے کام آ گیا۔ اہل خانہ کے نصیب میں اس روز کھانا تو نہ لکھا تھا۔ مگر یہ مبارک آسمانی ندا لکھی تھی۔

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا

وَّاَسِيْرًا ﴿٨﴾

''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو۔'' (الدھر)

اقبال نے کہا:

اقبال وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہؓ کے نقش قدم

سیدہ بتول ؓ نے صبر و رضا کے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ چکی چلاتی رہتی تھیں اور لب ہائے مبارک پر قرآن کی تلاوت جاری ہوتی تھی۔ ان کا گریہ تکیہ سے بے نیاز تھا۔ سیدہ فاطمہ ؓ فطری طور پر ہی نہایت متین اور تنہائی پسند طبیعت کی مالک تھی۔ بچپن میں انہوں نے کبھی کھیل کود میں حصہ نہیں لیا اور نہ گھر سے باہر قدم نکالا۔ سیدہ فاطمہ ؓ کو دنیا کی نمود و نمائش سے بچپن ہی سے سخت نفرت تھی۔

ایک دفعہ حضرت خدیجہ ؓ کے رشتہ دار کی شادی تھی، انہوں نے اپنی بچیوں کے لیے اچھے کپڑے اور زیور بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو فاطمہ ؓ نے یہ کپڑے اور زیور پہننے سے انکار کر دیا اور معمولی کپڑوں میں محفل میں شریک ہوئیں۔ سیدہ فاطمہ ؓ عبادت الٰہی کے لیے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتی تھیں۔ مسجد نبوی کے پہلو میں گھر تھا، سرورِ عالم ﷺ کے ارشادات و مواعظ گھر بیٹھے سنا کرتی تھیں۔ ان میں عقوبت اور محاسبۂ آخرت کا ذکر آتا تو ان پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے غش آ جاتا تھا۔ تلاوت قرآن کرتے وقت عقوبت اور عذاب کی آیات آ جاتیں تو آپؓ پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہ ؓ کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی جاتی تھیں اور ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرتی جاتی تھیں۔ بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی عبادت الٰہی ترک نہیں کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے احکام کی تعمیل، اس کی رضا جوئی اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی ان کے رگ و ریشہ میں سما گئی تھی۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اور گھر گرہستی کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ایک اللہ کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ اسی لیے ان کا لقب بتول پڑ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کے دل میں انسانی ہمدردی اور خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ وہ بے حد مصروف خاتون تھی، خانہ داری، بچوں کی نگہداشت، شوہر کی خدمت اور عبادت سے انہیں کسی دوسری طرف توجہ کرنے کی فرصت بالکل نہ تھی۔ لیکن وہ حضور ﷺ کے ارشاد ((احسن الناس خادم الناس)) ''لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کی خدمت بجالاتا ہے'' کے پیش نظر ہر وقت مخلوق خدا کی خدمت پر کمربستہ رہتی تھیں اور پڑوسیوں کے دکھ درد میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ ایک مرتبہ چکی پیس رہی تھیں کہ پڑوس سے ایک دردناک آواز کانوں میں پڑی۔ یہ آواز سنتے ہی بے چین ہوگئیں۔ کنیز کو ساتھ لے کر فوراً اس گھر میں چلی گئیں۔ دیکھا کہ پڑوسن دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ سیدہؓ نے انہیں تسلی دی اور کنیز کے ساتھ مل کر زچہ کی مدد اور خدمت کی کہ بچہ صحیح سلامت پیدا ہو گیا اور زچہ کی جان بھی بچ گئی۔ یہ خدمت انجام دے کر جب گھر لوٹیں تو بہت خوش تھیں گویا سارے جہاں کی نعمتیں مل گئی ہوں۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں حضرت علی ؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے سیدہ فاطمہ ؓ سے فرمایا۔ فاطمہ چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے سارے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ کے پاس بہت سی لونڈیاں مال غنیمت میں آئی ہوئی ہیں۔ جاؤ اپنے ابا سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔ سیدہ فاطمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ لیکن شرم و حیا کے مارے حرف مدعا زبان پر نہ لا سکیں اور تھوڑی دیر کے بعد گھر واپس آ گئیں۔ حضرت علی ؓ سے کہا مجھے حضور ﷺ سے کنیز مانگنے کی ہمت نہیں پڑتی، آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ دوسرے دن دونوں میاں بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی تکالیف بیان کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹی بدر کے شہیدوں کے یتیم تم سے زیادہ مدد کے حق دار ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم جس چیز کی خواہش مند ہو اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت 33 دفعہ سبحان اللہ 33 الحمد للہ 34 دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ عمل تمہارے لیے لونڈی اور غلام سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔ سیدہ نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اسی حال میں راضی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

(1) حضرت زینب ؓ (2) حضرت رقیہ ؓ (3) حضرت اُم کلثومؓ (4) حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ۔

حضور کے تین بیٹے تھے۔ (1) حضرت قاسمؓ (2) حضرت عبداللہؓ (3) حضرت ابراہیمؓ۔ حضرت ابراہیمؓ کے سوا رسول اللہ ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ماریہ قبطیہؓ تھیں، رحمت دو عالم ﷺ کے دل میں حضرت فاطمہ ؓ کے لیے کمال درجہ پیار اور محبت بھری ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہ ؓ نے آغوشِ رسالت میں اُصول زندگی سیکھے اور ان پر عمل کیا۔ چنانچہ معرفت الٰہی ہونے کے باعث اطاعت رسول ﷺ، تقویٰ و پاکیزگی، عفت مآبی اور راضی برضائے الٰہی کے باعث آپ آسمان اسلام کا درخشاں ستارہ بن گئیں۔ حضرت سیدہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ جو حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ سیدۂ نساء کے پاکیزہ نقوشِ حیات دخترانِ اسلام کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی پیروی دنیا و آخرت میں فلاح اور کامرانی کی ضامن ہے۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ ہماری ماؤں، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو حضرت فاطمہ ؓ کی سیرت پاک پر عمل کرنے اور ان کے اُسوۂ حسنہ پر اپنے اخلاق و کردار کو اُستوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ: قومی منظر

کرنے کا عزم لے کر ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ ہم سے پہلی اُمت کے متعلق سورہ بقرہ کی آیت نمبر 85 کو ذرا پڑھیے جہاں فرمایا'' کیا تم کتاب کے بعض حصوں (تعلیمات) کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔ تو تم میں سے جو کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرے تو اس کے لیے دنیا میں شرمندگی اور رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں''۔

اس آیت مبارکہ کے آئینہ میں ہمیں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے۔ اس گھمبیر صورت حال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے دین اور نظریۂ پاکستان کے ساتھ اپنی کمٹمنٹ ایک دفعہ دوبارہ شعوری طور پر تازہ کر کے اس کی تجدید کریں اور انفرادی، اجتماعی اور سٹیٹ لیول پر توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کریں اور منافقانہ کردار کو تج کر کے ذاتی اور اجتماعی زندگی سے ہر قسم کے فساد کو نکالنے کے لیے صحیح خطوط پر جہاد (جہد و جہد سعی) کریں۔ حکومت اور پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے عوامی نمائندگان کے لیے بدرجہ اولیٰ اس توبہ کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ اللہ کے غضب کو مزید دعوت دینے سے باز آئیں اور صحیح قانون سازی کے ذریعے یہاں پر آسمانی قانون کے نفاذ کر کے اس قوم کو ہر قسم کے ''فساد'' سے بچانے کی فکریں۔ یاد رکھیں یہ سرسری کتر بیونت اس کینسر کا علاج نہیں ہو سکتا جس میں یہ قوم گرفتار ہو چکی ہے۔ ☆☆☆

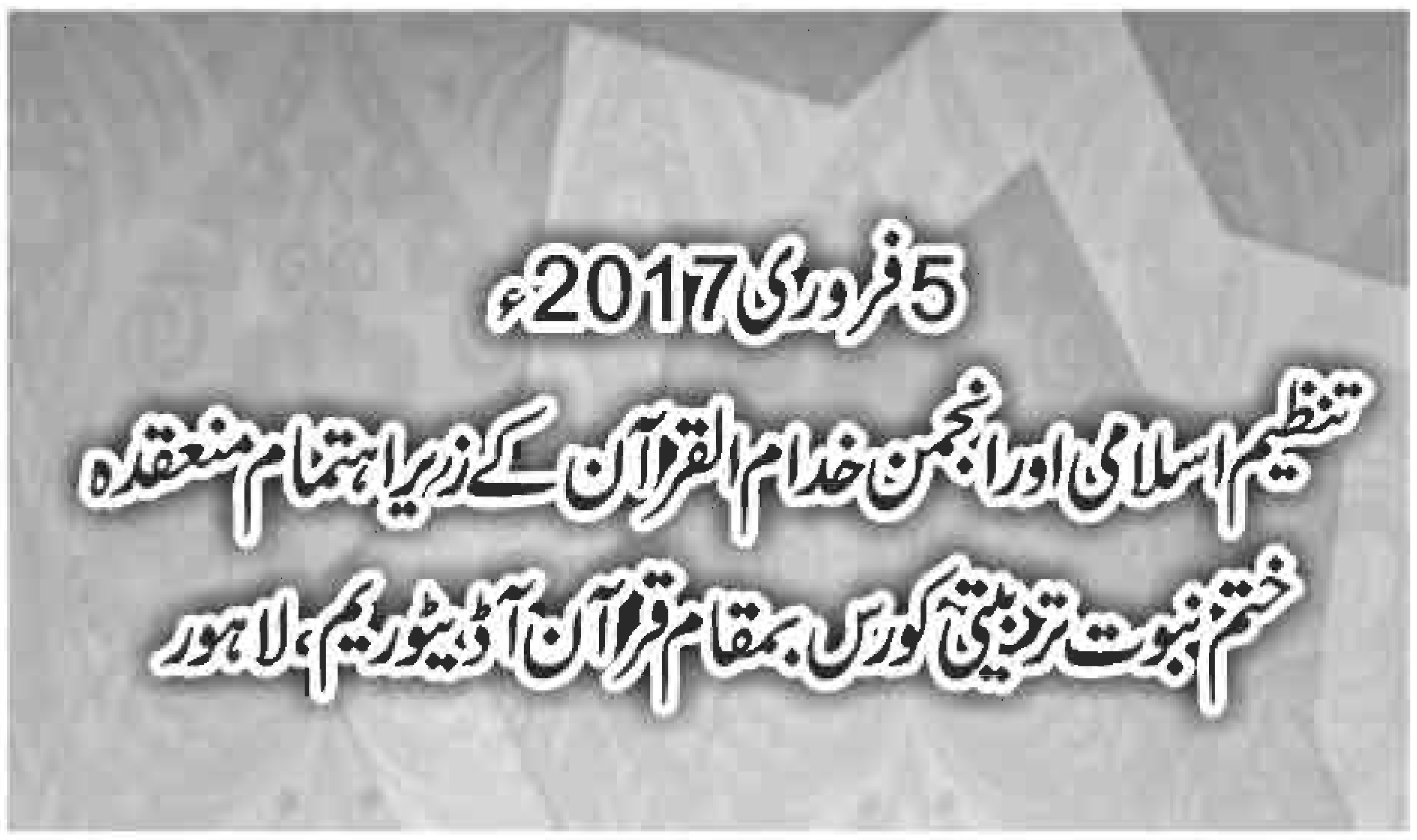

تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے تعاون سے 5 فروری 2017ء بروز اتوار صبح 10 بجے تا نماز مغرب، بمقام قرآن آڈیٹوریم، لاہور، ختم نبوت تربیتی کورس کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک و ترجمہ سے ہوا، جس کی سعادت جناب حافظ تنویر احمد نے حاصل کی، جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ جناب حافظ امیر حمزہ نے پیش کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب خورشید انجم ناظم شعبہ تعلیم و تربیت نے انجام دیے۔ اس پروگرام میں کثیر تعداد میں رفقائے تنظیم اسلامی اور دیگر دینی جماعتوں کے کارکنان نے شرکت کی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی، انجمن خدام القرآن اور مجلس احرار اسلام پاکستان کی طرف سے بک اسٹالز بھی لگائے گئے تھے۔

اس پروگرام کی غرض وغایت کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے ناظم شعبہ تعلیم و تربیت جناب خورشید انجم نے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نامکمل ہے۔ مگر افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس عقیدے کے حوالے سے ہمارے ہاں شعور و آگاہی بہت کم ہے۔

ہم اس وقت فتنوں کے دور میں سانس لے رہے ہیں انہی فتنوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اس فتنے سے نکلنے کا راستہ کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ!

عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ بقول حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ قادیانیت ہے۔ بعض لوگ قادیانیت کو بھی اسلام ہی کا ایک فرقہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اسی حوالہ سے انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی اس نے پروگرام کا اہتمام کیا ہے۔ ختم نبوت کے حوالہ سے کام کرنے والی سب سے پرانی تنظیم مجلس احرار اسلام کے قائدین کو مدعو کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مرکز احرار تلہ گنگ کے مسئول اور انچارج شعبہ ختم نبوت خط و کتابت کورس جناب مولانا تنویر الحسن نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے میں جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خراج عقیدت و خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے قرآن کو حقیقی کتاب ہدایت قرار دیتے ہوئے میری اور آپ سب کی تربیت کی اور ہمیں قرآن و سنت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی طرف رہنمائی کی۔

انہوں نے کہا کہ اس دور میں صرف عقیدہ ختم نبوت ہی نہیں، تین اور عقائد بھی ہیں، جن پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اور ڈاکہ ڈالنے والا ایک ہی شخص تھا، جسے مرزا غلام احمد قادیانی کہا جاتا ہے۔ جس نے عیسیٰؑ ہونے اور مثل عیسیٰ ہونے، مہدی ہونے اور مثل مہدی ہونے، خود کو محمد الرسول اللہ ﷺ ہونے اور خود کو ظلی و بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کر کے امت مسلمہ میں تفریق ڈالنے کا ایک نیا رخ اور راستہ اختیار کیا۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں میں سے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”عقیدہ ختم نبوت ہی عین ایمان ہے اگر اس میں کمزوری پڑ جائے، تو کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا“۔

قرآن کریم میں مختلف انبیاءؑ کا ذکر کیا گیا ہے کہ فلاں نبی کو فلاں قوم اور قبیلہ کی طرف مبعوث کیا گیا مگر ایک صرف ایک ہستی ایسی ہے کہ جسے پوری انسانیت کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا گیا اور وہ عظیم ہستی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ہے کہ جن کے سر پر اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا تاج سجایا۔

اس کے بعد رفع و نزول عیسیٰؑ، خروج دجال وظہور مہدی کے عنوان پر مبلغ ختم نبوت جناب مولانا سرفراز معاویہ نے کہا کہ تنظیم اسلامی اس پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اس بڑھتے ہوئے فتنے کے تعاقب کا آغاز کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اپنے طور پر نہیں بنتا، نبی وہی ہوتا ہے کہ جسے اللہ نبی بنائے، جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے جبکہ وہ نبی نہ ہو تو ایسا شخص جھوٹا اور دجال ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح، مہدی اور نبی ہونے کا دعویٰ کر کے دین اسلام پر وار کیا۔ یاد رہے کہ قادیانی اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں، 1974ء کے آئین میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے، قادیانی آئین پاکستان کی رو سے کافر ہیں مگر یہ لوگ خود کو اقلیت ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم ان فتنوں سے بچیں، اس کے لیے علم کا ہونا بہت ضروری ہے، علم کا ذریعہ قرآن و حدیث ہے۔

مجلس احرار اسلام کے مبلغ جناب محمد آصف جو خود بھی فتنہ قادیانیت کا شکار رہے ہیں انہوں نے بھی فتنہ قادیانیت اور اس راہ کے مسائل و مشکلات پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دعوت کے کسی نئے طریقے کی ضرورت نہیں، نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے اور قرآن کریم ہدایت کی کتاب ہے، صحیح معنوں میں ہدایت تقویٰ ہے، تقویٰ کے بغیر نفع نہیں، نبی کریم ﷺ نے ایمان والوں میں تقویٰ پیدا کیا، حضور نبی کریم ﷺ نے آغاز زمانہ نبوت میں اپنے خاندان اور دوستوں کو دعوت دی، سب سے پہلی مخالفت آپ کے خاندان اور قبیلہ والوں ہی نے کی، آپ ﷺ اس مخالفت سے مایوس نہیں ہوئے، دوبارہ ان لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے دین کی دعوت پیش کی، آپ میلوں اور مختلف مجالس میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، فریضہ نبوت کو پوری قوت اور احسن طریقے سے ادا کیا، جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو مان لیا، وہ کامیاب ہوئے، انہوں نے اپنی خواہشات اور مال و جان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت میں قربان کر دیا اور جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو نہ مانا، وہ ناکام و نامراد ہوئے۔

حضور ﷺ نے جب دعوت پیش کی تو اس دعوت کے نتیجے میں ری ایکشن پیدا ہوا، آپ کے چچا جناب ابوطالب کے سامنے شکایات کے انبار لگا دیے گئے کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیے، آپ کے چچا کفار و مشرکین کی باتوں کو سن کر پریشان ہوتے اور کہتے کہ بھتیجے کچھ

نرمی اختیار کرو، اس وقت آپ ﷺ نے جو کلمات ادا کیے، وہ پوری امت کے لیے اسوہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کام سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، یہاں تک کہ اس راستہ میں مٹا دیا جاؤں یا یہ کہ دین غالب ہو جائے۔

اس کے بعد اس کورس کے مہمان خصوصی نواسہ امیر شریعتؒ اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری نے ''قادیانیوں کو دعوت کا طریقہ کار'' کے عنوان پر خطاب کیا۔ پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ جب ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کی دعوت پر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ یہاں تشریف لائے تھے اور ''منہج انقلابِ نبوی ﷺ اور اس کا طریقہ کار'' کے موضوع پر مذاکرہ تھا تو بہت ہی خوبصورت ماحول تھا اور وحدتِ امت کا ایک منظر ڈاکٹر صاحبؒ نے یہاں پیش فرمایا تھا اور یہ ان کا خاص مشن تھا۔ الحمد للہ! ان کا مشن جاری ہے اور آپ حضرات اس کو ایک خوبصورت انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آج ہم نے دعوت الی اللہ کا شعبہ مولوی کے سپرد کر دیا ہے جبکہ یہ ذمہ داری ہر مسلمان کی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہی کو لے لیجیے کہ کس طرح انہوں نے دین کی دعوت پیش کی۔ آپ نے مسلمانوں میں دین کا جذبہ پیدا کر کے انہیں دین سے قریب کیا۔ مسلمانوں کو ہر قسم کے فتنوں سے آگاہ کیا۔ انہیں ایمان کی حفاظت کا درس دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج بھی مسلمانوں کو مختلف فتنوں سے خبردار کیا جائے، ان کے ایمان کی حفاظت کی جائے۔

اس خطہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا، کچھ لوگ ان سے متاثر ہوئے، ان لوگوں نے قرآن وسنت اور اجماع امت کو معیار نہیں بنایا، جو لوگ دین سے پھر گئے، انہیں دوبارہ دین میں واپس لانے کی تگ ودو ہونی چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کا رد مرزا غلام قادیانی کے افکار وتعلیمات اور ان کے تضادات کو پیش کر کے کیا جائے تو یہ انتہائی موثر ہے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال اور افعال میں بلا کا تضاد ہے۔

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہمارے جن بھائیوں کے ایمان کو لوٹ لیا گیا ہے، اس کے لیے فکر مند ہوں، ہم انہیں جہنم کے کنارے سے گھسیٹ کر رحمت کے ماحول میں لے آئیں۔ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت، محبت اور فرمانبرداری پر عمل پیرا ہوں، یہی اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کوئی اور ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ (رپورٹ: شعبہ تعلیم وتربیت، مرکز تنظیم اسلامی)

کراچی وسطیٰ کے زیر اہتمام کل رفقاء تربیتی اجتماع

پروگرام کا آغاز 12 فروری 2017ء کو قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں صبح 8 بجے ہوا، میزبانی کے فرائض جناب ڈاکٹر محمد رفیع رضا (امیر گلستان جوہر 2) نے انجام دیے۔ شاہ فیصل تنظیم کے رفیق حافظ محمد وقار نے سورۃ الدھر کے پہلے رکوع کی تلاوت اور ترجمہ کی سعادت حاصل کی اور فرمایا کہ اس میں جنت کی نعمتوں کا ذکر بھی ہے۔ تذکیر بالحدیث میں جناب عابد علی (نقیب گلشن اقبال) نے قیام اللیل کے فضائل اور داعی دین کے لیے اس کی اہمیت کا مطالعہ کروایا۔ 45 منٹ کے ساتھ تعارفی وقفہ کے بعد مبتدی اور ملتزم رفقاء کی علیحدہ علیحدہ نشستیں منعقد ہوئیں۔

جناب شجاع الدین شیخ نے مبتدی رفقاء کے ساتھ نشست میں یاد دہانی کے طور پر فرائض وواجبات کی ادائیگی۔ پانچ وقتہ با جماعت نمازوں کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تنظیم میں آئے ہی اس لیے ہیں کہ اللہ کے دین کے تقاضوں پر عمل کریں، جان ومال بھی لگانا اور وقت بھی لگانا ہے۔ قرآن حکیم ہماری دعوت کی بنیاد ہے۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہمارے اپنے مطالعہ میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر ہے، ہم سب کا آپس میں ایمانی رشتہ ہے۔ کیا ہمارے لیے یہ رشتہ ترجیح اول ہے، کیا تنظیمی اجتماعات میں بھرپور حاضری ہوتی ہے۔ جو رفیق ان اجتماعات میں حاضری کے حوالے سے کمزور پڑ جائے، ہمیں ان کی فکر کرنی چاہیے یہی تواصی بالحق کا تقاضا ہے۔ ہمارا آپس کا غیر رسمی تعلق مضبوط ہونا چاہیے۔

دوسری جانب ملتزم رفقاء کے لیے مذاکرہ بہ عنوان ''انفرادی دعوت'' منعقد ہوا۔ جس کو ناظم دعوت حلقہ جناب آصف حبیب پراچہ نے conduct کیا۔ انہوں نے انفرادی دعوت کی اہمیت، طریقہ کار اور اس ضمن میں آنے والی مشکلات پر گفتگو کی۔ پروگرام کے دوسرے حصہ میں جناب شجاع الدین نے کل رفقاء سے تعلق مع اللہ کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ان کی شدید ترین محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ ہی ترجیح اوّل ہو۔

آخر میں امیر حلقہ کراچی وسطیٰ جناب عارف جمال فیاضی نے حاضرین سے اختتامی گفتگو کرتے ہوئے ان کی حاضری کو سراہا اور شکریہ ادا کیا۔

(مرتب: عمر بن عبدالعزیز)

اھم اعلان

بسلسلہ داخلہ **کلیۃ القرآن** (قرآن کالج) لاہور

طلبہ اور والدین نوٹ فرمالیں کہ بعض تعلیمی بورڈز میں مڈل، میٹرک کے امتحانات میں تاخیر کے سبب سے کلیۃ القرآن لاہور میں درس نظامی بمعہ میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے میں داخلہ کی تاریخ میں 10 اپریل 2017ء تک توسیع کر دی گئی ہے۔

داخلے کے خواہش مند طلبہ جلد از جلد رابطہ کریں۔

کلیۃ القرآن 191 اتاترک بلاک گارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 042-35833637 0301-4882395

The Secret Playbook of Internet Trolls. "Disrupt, Misdirect and Control Internet Discussions"

Relevant to the evolving Fake News saga (2017), this incisive article was first published in 2014. The objective is to smear 'Truth in Media'…

Pleased to meet you
Hope you guess my name
What's confusing you
Is the nature of my game
– The Rolling Stones

The reason that Internet trolls are effective is that people still don't understand their game. There are 15 commonly-used trolling tactics to disrupt, misdirect and control internet discussions. As one interesting example, trolls start flame wars because – according to two professors – swearing and name-calling shut down our ability to think and focus.

And trolls will often spew divisive attacks so that people argue against each other, instead of bad actions and policies of the powers-that-be.

For example, trolls will start a religious war whenever possible using stereotypes like:
"all Muslims are terrorists",
"all Christians are selfish", or
"all Jews are persecuted".

Recently, the alternative news site Common Dreams caught a troll using scores of different user names to spew anti-Semitic bile. (Common Dreams discovered that the same troll was behind the multiple user names by tracking their IP addresses. And the troll confessed to Common Dreams.)

The troll was positively identified as, **"a Jewish Harvard graduate in his thirties who was irritated by the website's discussion of issues involving Israel". Surprise!**

He posted anti-Semitic diatribes – such as Hitler should have finished the job and killed all Jews – using one alias. Then – a couple of minutes later – he'd post an attack on the first poster using a different alias, claiming that criticism of Israel is the same thing as anti-Semitism. (***Note:*** Holocaust survivors and Israeli ministers say it's not!)

Why would a Jew post vile anti-Semitic comments? Because normal people are offended by – and don't want to be associated with – pure, naked anti-Semitism, and so they will avoid such discussions. If the discussion was originally criticizing a specific aspect of Israeli policy, the discussion will break down, and the actual point regarding policy will be lost.

Similarly, anti-Semitic posts weaken websites by making them seem less reputable. Indeed, Common Dreams says that the troll's anti-Semitic comments drove away many of that site's largest donors … dealing a severe blow to its continued viability. That's exactly what trolls spewing anti-Semitic bile are trying to do: shut down logical discussion and discredit and weaken sites which allow rational criticism of policy.

It is well-known that foreign governments and large companies troll online. For example, the Israeli government is paying students to post pro-Israeli comments online. Similarly, American students are also attempting to influence internet discussion.

While the Common Dreams troll claims that he's not sponsored by the state of Israel, **government agencies have manipulated the Internet (a.k.a. social media) discussion for years**. This includes the use of multiple "socket puppet" aliases. The potential for mischief is stunning.

Unless we learn their game…

==============================

Source: Global Research, March 26, 2017

Note: The original source of this article is Washington's Blog

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.14

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

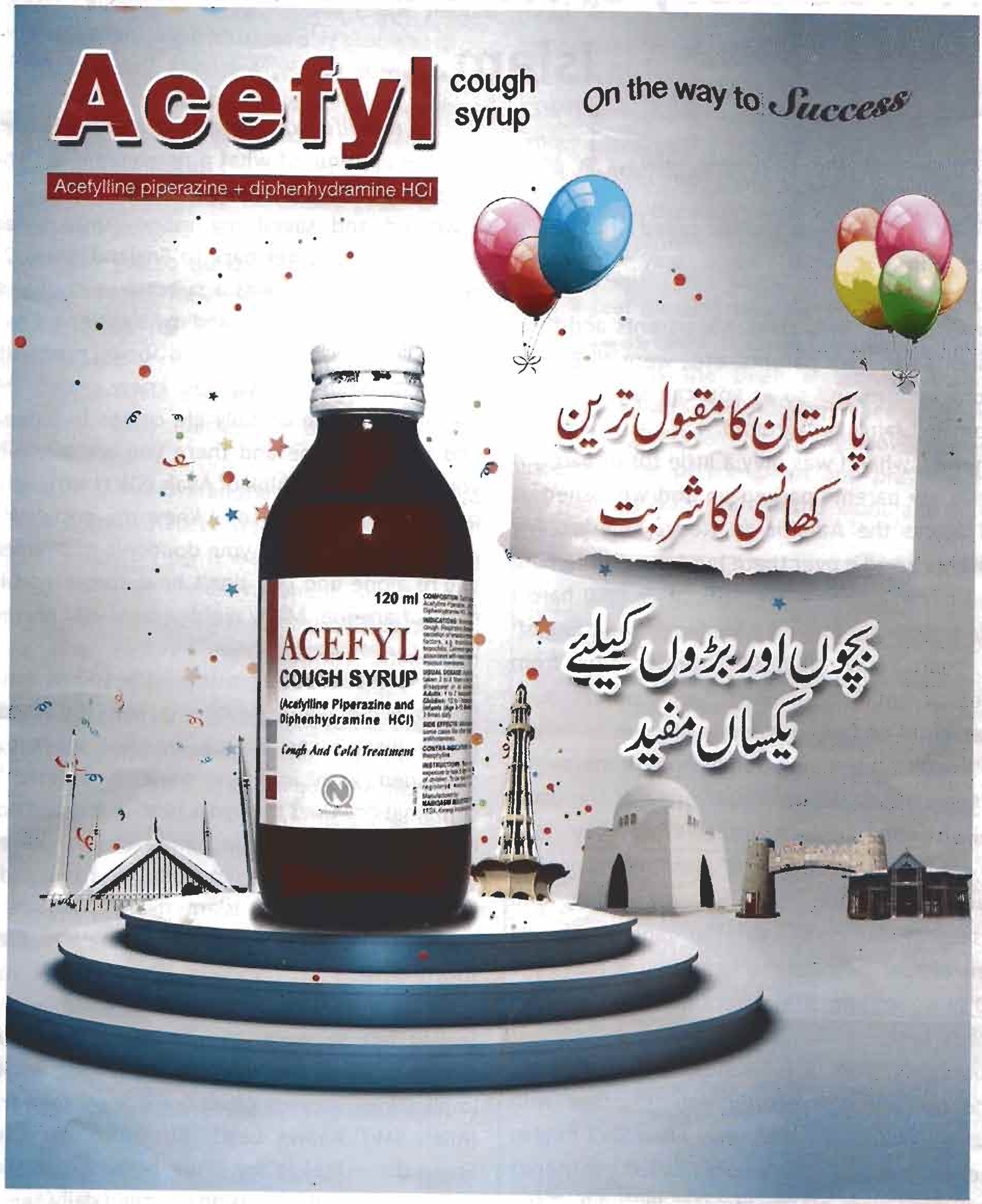

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion